تحقیق الحق المبین

فی

اجوبۃ مسائل اربعین

شیخ المشائخ شاہ احمد سعید فاروقی دہلوی ثم مدنی قدس سرہ العزیز

خانقاہ سلطانیہ جہلم پاکستان

تالیف

شیخ المشائخ شاہ احمد سعید قدس سرہ العزیز فاروقی دہلوی ثم مدنی

اردو ترجمہ

محمد ضیاء الاسلام صدیقی نقشبندی مجددی

ناشر

خانقاہ سلطانیہ جہلم پاکستان

نام کتاب .... تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین

تالیف .... شیخ المشائخ شاہ احمد سعید فاروقی دہلوی قدس سرہٗ

ترجمہ .... محمد ضیاء الاسلام صدیقی نقشبندی مجددی

خانقاہ سلطانیہ ، جھلم پاکستان

الفهرس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

حضرت علامہ مفتی محمد علیم الدین مجددی زید مجدہٗ

تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی قدس سرہ العزیز (۱۲۱۷ھ تا ۱۲۷۷ھ) کی تالیف ہے جن کا شمار تیرہویں صدی ہجری کے اکابر مشائخ اور فحول علمائے برصغیر میں ہوتا ہے۔ آپ نسب اور طریقت ہر دو اعتبار سے مجددی تھے۔ آپ کے طالب علمی کے زمانہ میں دارالحکومت دہلی میں بہت سے اہل کمال علمائے کرام کے حلقہ ہائے تعلیم وتدریس بپا تھے۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) کے فرزندان گرامی حضرت شاہ عبدالعزیز (م ۱۲۳۹ھ)، حضرت شاہ رفیع الدین (م ۱۲۳۸ھ) اور حضرت شاہ عبدالقادر (م ۱۲۴۲ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ مصروف افادہ ودرس تھے۔ حضرت مولانا شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کو ان حلقوں میں طلبِ علم، تحقیقِ مسائل اور سماعِ درس کیلئے کثیر مواقع میسر آئے۔ اور ان سے بھرپور استفادہ کیا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے تو آپ نے صحاح ستہ، حصن حصین، دلائل الخیرات اور القول الجمیل وغیرہ کی سند اجازت بھی حاصل کی۔

طریقت میں آپ کی بیعت اس دور کے شہرۂ آفاق شیخ الکل مرشدِ برحق حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ آپ کے والد ماجد حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ ہی کے مرید تھے۔ دونوں باپ بیٹا، اپنے شیخ کامل کے محبوب ترین مریدوں اور خلفائے کرام میں تھے۔ چناں چہ آپ کے وصال کے بعد

یہی باپ بیٹا یکے بعد دیگرے اس خانقاہ کے سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ العزیز کی خانقاہ مبارکہ (جواب خانقاہ شاہ ابوالخیر کے نام سے معروف ہے) کی تولیت آج تک آپ کی اولاد میں منتقل ہوتی آرہی ہے۔ اس مبارک مسند کے جانشین ہر دور میں مرجع علمائے اعلام اور ماوائے خواص وعوام رہے ہیں۔

تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ مسائل اربعین فی بیان سنۃ سید المرسلین نامی کتاب کے رد میں لکھی گئی ہے۔ ان ہر دو کتابوں کے سلسلہ میں برصغیر کی دو نامور شخصیتیں اپنے ہی نام نہاد خود ساختہ عقیدت مندوں اور نام لیواؤں کے ہاتھ ظلم کا نشانہ بنے ہیں۔ ان میں ہر کوئی ہمہ صفت موصوف ہستی ہے۔ ایک میدان معرفت وعرفان کے یکہ تاز حضرت شیخ المشائخ شاہ احمد سعید مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور دوسرے میدانِ درس وتدریس، تعلیم وتفہیم کے شہ سوار حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی ہیں۔ جنہوں نے مسلسل چالیس برس تک حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے نامور صاحب زادگان کے قائم کردہ مدرسہ رحیمیہ دہلی میں درس حدیث دیا۔ تیرہویں صدی ہجری کے کئی سو خدامِ علومِ تفسیر وحدیث وفقہ ان سے فیض یاب ہوئے۔ آپ خاندانِ ولی اللہی کے چشم وچراغ، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے اور ان کے وصال کے بعد ان کی مسند تدریس وتعلیم کے جانشین اور خلیفہ تھے۔ اس دور کے بہت سے نامور اور ممتاز علمائے اعلام ان کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ ان میں اہل سنت، دیوبندی اور وہابی (اہل حدیث) تینوں مسالک کے افراد ہیں۔ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ، بانی حزب الاحناف لاہور حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ رحمۃ

اللہ علیہ اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اہل سنت کے علمائے اسلام حضرت مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے واسطے سے حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی سے فیض یاب ہیں۔

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ جس زمانہ میں یہ دونوں کتابیں لکھی گئیں وہ دور دینی مباحث کے بڑے بڑے معرکوں کا دور تھا۔ ان معرکوں کی وجہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے مولانا محمد اسماعیل دہلوی کے وہ عقائد اور نظریات تھے جن میں وہ امت مرحومہ کے اجماعی عقیدوں اور نظریات سے ہٹے اور کٹے ہوئے تھے۔ اور ان کے اظہار کے لئے انہوں نے ایک غلیظ کتاب تقویۃ الایمان کے نام سے لکھی تھی۔ جس کے باعث سواد اعظم اہل سنت و جماعت متعدد باہمی متحارب گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ تقسیم در تقسیم کے عمل کے نتیجے میں معرض وجود میں آنے والی متعدد جماعتوں اور گروہوں سے صرف نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تقویۃ الایمان اور شاہ محمد اسماعیل کے نظریات کے باعث اس جماعت کے دو گروہ بن گئے۔ ایک گروہ قدیم اکابرِ دین کے طریقہ پر قائم رہا اس نے اسلاف کے نظریات واعمال کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا اور دوسرا شاہ محمد اسماعیل کا حمایتی بن کر سواد اعظم سے الگ ہو گیا اس نے اسلاف واکابر دین اور ان کے ہمنوا لوگوں پر بے دریغ کفر و شرک کا حکم جاری کرنے میں کوئی دریغ نہ کیا۔ انہیں عرف عام میں وہابی کہا جانے لگا۔ ان میں سے ایک گروہ نے تقلید ائمہ اربعہ سے انکار کیا اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانا شروع کیا۔ جب کہ دوسرے گروہ نے تقلید ائمہ کرام کو تھامے رکھا لیکن نظریات وہی اپنا لئے جو مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے تھے۔ ان لوگوں کا مرکز علم

وعقیدت دارالعلوم دیوبند قرار پایا۔ اس وجہ سے ان کو دیوبندی کہا جانے لگا۔ ان ہردوگروہوں نے اپنے عقائد ونظریات کے فروغ کیلئے جہاں دیگر ذرائع اور حربے استعمال کیئے۔ وہیں ایک حربہ یہ بھی استعمال کیا کہ اکابر امت بالخصوص خاندان ولی اللہی کے بزرگوں کی تصانیف میں بے دریغ قطع وبرید، حک واضافہ اور تحریف کی۔ تاکہ ان کو اپنا ہمنوا ثابت کیا جاسکے۔ من گھڑت تصانیف ان کے ناموں سے موسوم کیں اور ان کی کئی تصانیف کا انکار کیا۔ اگر کوئی بس نہ چلا تو ان کی اہمیت کو کم کرنے کیلئے ان پر مختلف افتراء باندھے۔

حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی اور حضرت مولانا شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات شاہ اسماعیل دہلوی کے ہمنوا لوگوں کا نشانہ بنے۔ اوّل الذکر کے نام سے ایسے کتابیں منسوب کی گئیں جو ان کی تالیف وترتیب نہ تھیں اور مشہور کردیا گیا کہ مسائل اربعین فی بیان سنۃ سید المرسلین اور مایۃ مسائل ان کی تالیف کردہ کتابیں ہیں۔ جب کہ ان کا متن ان کے اس دعوے کی تکذیب کرتا ہے۔ اختصار کے پیش نظر ہم صرف مسائل اربعین کے بارے میں کچھ حقائق ذکر کرتے ہیں۔

ا۔ اس کتاب کے مولف سید ابو محمد جالیسری ہیں۔ انہوں نے اس کو مرتب کیا۔ اس کا دیباچہ لکھا اور نام رکھا۔ بلکہ ان بعض مسائل میں اضافہ کیا۔ ان امور کا اقراری بیان خود دیباچہ میں موجود ہے۔ اگر اس کے مولف شاہ محمد اسحاق دہلوی ہوتے تو اسے خود مرتب کرتے، اس کا مقدمہ تحریر کرتے اور خود ہی اس کا نام بھی تجویز کرتے۔ مولانا ابو محمد جالیسری کا تعلق مسلک اہل حدیث سے تھا۔

اسحاق دہلوی کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔ان کے شاگرد جناب علامہ محسن ترہتی اپنی کتاب ''الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی ''میں اس حقیقت حال کا یوں انکشاف کرتے ہیں۔

کتاب الاربعین والمایة کلاهما ینسب الیه وقع فیه اشیاء من قبل الخطأ وغیره اخبرنا بعض المشائخ انه کان فی اصحابه رجال سوء وکان هو یحسن الظن بهم فاذا رفعت الیه مسئلة رفعها الی من حضرمنهم فربما یدسون فی جوابها بعض مایوافق اهوائهم ثم جمعت تلک المسائل واشتهرت نسبتها الیه وفیه امور تعقبها فضل الرسول الاموی البدایونی والله اعلم۔

الیانع الجنی ص ۷۷ بحوالہ حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی

مفہوم: ''مسائل اربعین'' اور مائۃ مسائل'' دونوں کتابیں حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کی طرف منسوب ہیں۔جن میں کئی مسائل میں غلطیاں وغیرہ ہیں۔ہمیں بعض بزرگوں نے بتایا کہ آپ کے تلامذہ میں بعض برے (بدعقیدہ) لوگ تھے۔اور شاہ محمد اسحاق ان سے حسن ظن رکھتے تھے۔جب کوئی مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا جاتا تو آپ اس کے جواب لکھنے کیلئے ان لوگوں میں کسی کو حوالے کر دیتے تھے یہ بدعقیدہ لوگ بسا اوقات جوابات میں اپنے نظریات کو شامل کر دیا کرتے تھے۔پھر ایسے ہی مسائل جمع کر لئے گئے۔اور آپ کی طرف ان کی نسبت مشہور ہوگئی۔ان میں بعض امور ایسے ہیں جن کا رد حضرت مولانا فضل رسول بدایونی نے کیا ہے۔

ان حقائق سے یہ امر عیاں ہوگیا کہ مسائل اربعین حضرت شاہ محمد اسحاق

محدث دہلوی کی تصنیف کردہ کتاب نہیں۔ اگر اس کی نسبت آپ کی طرف تسلیم بھی
کرلی جائے تو معتبر شہادت سے اس میں قطع و برید اور حک و اضافہ ثابت ہے۔

تحقیق الحق المبین حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے
جسے آپ نے خود لکھا اور مرتب فرمایا۔ تمام تذکرے، جن میں آپ کے حالات
وتصانیف کا ذکر ہے، آپ کی تصنیف ہونے کے اقراری ہیں۔ لیکن شاہ اسماعیل کے
ہمنوا علماء نے اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں اپنے شکوک وشبہات کا اظہار کیا۔ مزید ستم
یہ کیا کہ آپ کی بے داغ شخصیت پر کیچڑ اچھالنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ مولانا رشید احمد
گنگوہی صاحب شاہ محمد اسماعیل دہلوی کے ہمنوا تھے۔ اتفاق سے وہ حضرت شاہ
احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے۔ ان کو یہ حقیقت کب گوارا ہوسکتی تھی کہ ان
کے اساتذہ میں اس شخصیت کا نام بھی آئے جس نے ان کے ممدوح شاہ اسماعیل کے
نظریات کا رد لکھا ہو۔ ان کی سوانح حیات میں ہے۔

ایک مرتبہ مولوی ولایت علی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شاہ احمد سعید
صاحب نے مایۃ مسائل (نہیں بلکہ مسائل اربعین) مولانا اسحاق صاحب کا رد لکھا
ہے اور وہ چھپ گیا ہے اس پر حضرت (مولانا رشید احمد گنگوہی) نے فرمایا شاہ صاحب
سے تو یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواب لکھیں ہاں یہ ممکن ہے کہ مایۃ مسائل کے دو چار
مسئلوں سے ان کے خلاف ہو مگر یہ کہ سب سے خلاف ہو اور رد لکھیں سمجھ میں نہیں
آتا۔ ان کو حلقہ وغیرہ سے کب فرصت تھی اس لئے سبق بھی ان کے یہاں کم ہوتے
تھے۔ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۳۱

مزید تشکیک پیدا کرنے کیلئے کہا

شاہ احمد سعید صاحب تو کسی کو رنجیدہ کرنا جانتے ہی نہ تھے۔ جو کسی نے کہا ہاں۔ سو اگر کسی نے کچھ لکھ کر پیش کیا ہو اور آپ کا نام اس پر درج کرنے کو کہا ہو اور آپ نے ہاں کر لیا ہو اور پھر تحریر حضرت کے نام سے مشہور کر دی گئی ہو تو عجب نہیں۔ تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۳۲

حضرت شاہ احمد سعید قدس سرہ العزیز جیسے جلیل القدر عالم دین اور شیخ طریقت کو موم کی ناک بنا کر پیش کرنا ایسے ہی لوگوں کا کام ہے۔ تاکہ عوام کو تاثر دیا جا سکے کہ ان کا اپنا کوئی موقف تھا ہی نہیں۔ ایسا طرز عمل مولانا رشید احمد صاحب پر ہی منحصر نہیں جو علمائے دیوبند میں فقیہ النفس کے بلند و ارفع مقام پر فائز ہے۔ علمائے اہل حدیث نے بھی آپ کی علمی اور عملی جلالت کو بٹہ لگانے میں کمی نہیں۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی کو اس جماعت میں اعتبار کا مقام حاصل ہے۔ آپ چودہ برس تک مسلک اہل حدیث کے ترجمان ہفت روزہ الاعتصام کے ایڈیٹر رہے۔ دور حاضر کے مرحوم صاحب طرز اور غیر جانبدار کالم نگار صاحب زادہ سید خورشید احمد گیلانی نے انہیں بے تعصب، متوازن مزاج، اعتدال پسند اور روادار جیسے القاب سے یاد کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مقالہ بعنوان ''گم نام مگر بلند مقام'' مشمولہ ''رشک زمانہ لوگ'' ص ۱۱۴ تا ۱۱۷۔ لیکن انہی مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب نے اپنی کتاب ''فقہائے پاک و ہند''۔ (تیرہویں صدی ہجری) جلد اوّل کے مقدمہ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف فتویٰ کا متن اور اسے جاری کرنے والے مفتیان کرام اور علمائے اعلام کے اسمائے گرامی ص ۱۵ میں درج کیے۔ ان کی کل تعداد ۳۴ ہے۔ ان میں گیارہویں نمبر پر مولانا شاہ احمد سعید مجددی اور تیرہویں نمبر پر ان کے برادر شاہ

عبدالغنی مجددی کے نام درج کیے۔ اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۷۵ اور ۷۶ پر یوں تحریر کر دیا۔

انہوں (حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ) نے ۱۸۵۷ء کے ملک گیر ہنگاموں میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اور اپنے آپ کو صرف اشاعتِ علم اور تبلیغ دین کیلئے وقف رکھا۔ یہ ان کے نزدیک کام کا ایک خاص دائرہ تھا۔ جس سے وہ قدم باہر نکالنے کو تیار نہیں تھے لیکن اس کے باوجود بعض لوگوں نے ان پر الزام عائد کیا کہ انہوں نے انگریزوں کو حدودِ ہندوستان سے باہر نکال دینے کا فتویٰ جاری کیا ہے۔

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

اس گروہ مخالف کی اس قسم کی چیرہ دستیوں کی تعداد بہت کثیر ہے۔ تفصیلی ذکر کا نہ موقع ہے نہ فرصت۔ فالی اللہ المشتکی۔

حضرت شرافت نسب، صداقت حسب صاحب زادہ مولانا محمد ضیاء الاسلام مدظلہ العالی نے حضرت شاہ احمد سعید مجددی دہلوی ثم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ کتاب تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین (فارسی) کا اردو ترجمہ لکھا ہے۔ تفہیم میں آسانی کی خاطر جابجا عنوانات قائم کیے ہیں۔ اس پر تبصرہ قارئین پر چھوڑتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ذات پاک ان کے اسلاف گرامی کے طفیل انہیں مزید علمی وعملی فتوحات سے نوازے اور انہیں اپنے اسلاف کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

وصلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہٖ وسلم

محمد علیم الدین نقشبندی

۱۰ جنوری ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہارِ خیال

علامہ مولانا خادم حسین مجددی حفظ اللہ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد ! تمام خوبیاں اللہ جل شانہٗ کیلئے ہیں جس نے انسان کو عدم سے وجود بخشا اور عالم ارواح میں الست بربکم کی پیاری صدا لگا کر اپنی محبت و معرفت کے راستے کی نشاندہی فرمائی۔ اور دنیا میں آنے کے بعد انسان کی ہدایت و رہنمائی کیلئے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ کو شروع فرمایا اور ختم نبوت کا تاج جانِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانور پر سجایا اور دین کو آپ پر دو عیدوں کے اجتماع کے دن مکمل فرمایا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی ''آج کے دن پورا کیا میں نے واسطے تمہارے دین تمہارا'' آخر آیت تک پڑھی ان کے پاس ایک یہودی تھا اس نے کہا اگر یہ آیت ہم پر اترتی تو ہم اس کو عید ٹھہراتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تحقیق یہ آیت اس دن اتری ہے جب ہماری دو عیدیں تھیں جمعہ اور عرفہ کا دن (مشکوٰۃ شریف ص۱۲۳) اور جس ذات اطہر پر یہ دین مکمل ہوا کیا انہوں نے اس میں مزید اچھے طریقے رائج کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔؟ یہاں دھنِ اقدس وا ہوتا ہے فرماتے ہیں جو اسلام میں نیک طریقہ رواج دے اُس کیلئے اسکا ثواب ہے اور اس شخص کا ثواب بھی جس نے اس کے بعد اس پر عمل کیا اس کے بغیر کہ انکے ثواب میں کمی ہو (مشکوٰۃ شریف ص۳۴) اسی حدیث پر عمل کرتے ہوئے حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا زید بن ارقم

رضی اللہ عنہ کو قرآن پاک جمع کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے عرض کیا آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کام اچھا ہے (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۴۵) اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تراویح کی نماز با جماعت پڑھنے کا حکم دیا اور پھر تراویح کی جماعت دیکھ کر ارشاد فرمایا یہ بڑی اچھی بدعت ہے (مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۷)

حضرت سیّدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ (مرقات ج ۱ ص ۳۶۸)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ایسی نئی بات جو کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو وہ اچھی بدعت ہے۔ (فتح الباری ج ۲۹ ص ۲۴۹)

اسی لئے ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے حدیث شریف ''ہر بدعت گمراہی ہے'' اسکی شرح میں رقم فرمایا ہر بدعت سیئہ گمراہی ہے (مرقات ج ۱ ص ۳۶۸)

مولوی تقی عثمانی نے لکھا ہے مختصر گزارش یہ ہے کہ میں آپ حضرات سے بار بار یہ بات عرض کر چکا ہوں کہ جس چیز کا ثبوت قرآن میں یا سنت میں یا صحابہ کرام کے آثار میں تابعین بزرگان دین کے عمل میں نہ ہو اس کو دین کا حصہ سمجھنا بدعت ہے۔ (شب برأت کی حقیقت ص ۸)

اس ساری بحث کے آخر میں صاحب مظاہر حق کی بات ذکر کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں ہر اچھا کام اسلام کی تعلیم ہے خواہ اس طرح کا کام آپ کے دوز میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو تو وہ آپ ﷺ کی سنت کے مطابق کہا جائے گا نہ کہ سنت کے خلاف کیونکہ اس

کی اصل سنت میں موجود ہے اور اصل یہ ہے کہ وہ کام اچھا اور نیکی ہے (مظاہر حق جدید ج۱ ص۸۷۲)

انگریز کی سازش: انگریز نے وہابی تحریک کی بنیاد اسی نہج پر رکھی کہ جن عقائد و معمولات و مسائل پر صدیوں سے مسلمان متفق چلے آرہے ہیں ان میں انتشار پیدا ہو اس کام کیلئے جہالت سے لیس فوج ظفر فوج تیار کی، ان کے ہاتھوں میں ایک ایک بندوق تھمادی جس میں دو دو کارتوس شرک و بدعت ڈال دیئے جہاں کوئی خوش عقیدہ مسلمان نظر آیا تو ایک یا دونوں کارتوس چلا دیئے جب ان سے پوچھا جائے بدعت کیوں ہے؟ کہتے ہیں کہ یہ کام اتنے عرصے کی ایجاد ہے موجودہ ہیت کے ساتھ نہ عہد رسالت میں موجود تھا نہ عہد صحابہ و تابعین میں، اس لئے یہ بدعت ہے لیکن جب ان سے سوال کیا جائے کہ اگر آپ کے یہاں نو ایجاد ہونیکی بنیاد پر یہ کام بدعت وضلالت ہے تو وہ جن اجزاء پر مشتمل ہے ان میں سے کسی چیز کے بارے میں نشاندہی کیجئے کہ وہ کس سنت کو مٹاتی ہے یا کسی شریعت کے قاعدہ کلیہ کے تحت ممنوعات کے زمرے میں آتی ہے تو سوائے خاموشی کے ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر محفل میلاد کے اجزاء یہ ہیں (۱) اعلان (۲) فرش و تخت و شامیانہ وغیرہ (۳) روشنی (۴) بخور و عطریات و گلاب (۵) شیرینی (۶) مجمع مسلمین (۷) نعت خواں و میلاد خواں (۸) ذکر الٰہی و ذکر رسول (۹) سلام و قیام ان سارے اجزاء میں سوائے قیام و سلام کے کوئی جزء ایسا نہیں جس پر ان حضرات کا جلسہ سیرت یا جلسہ وعظ یا جلسہ تبلیغ یا جلسہ دستار بندی یا جلسہ تنظیم و جماعت پر مشتمل نہ ہو۔ اعلان عام بھی ہے فرش و تخت اور شامیانہ بھی ہے روشنی بھی واعظ و مقرر بھی ہے اس لئے ان میں سے کسی

جزء کو بدعت وضلالت کہہ کر اسے حرام قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ وہ خود اپنے ہی جلسوں کے خلاف حرام ہونے کا فتوی دیں۔

تم جو بھی کرو بدعت وایجاد روا ہے　　　اور ہم جو کریں محفل میلاد برا ہے

یہ مدرسے، یہ اسکول، یہ اخبار، رسالے، سرکار نے کھولے یا صحابہ نے نکالے۔؟ اسی جماعت کے ایک رکن نے مسائل اربعین لکھی اور مصنفین کی قطار میں آکھڑے ہوئے۔ مذکورہ کتابچہ جھوٹ فریب اور جہالت سے بھرپور مغلوبہ ہے جس میں اسلام کے شفاف چہرے کو داغ دار بنانے کی ناکام کوشش کی گئی اور فاضل مصنف نے جگہ جگہ اپنی جہالت ونادانی کے پرچم لہرائے ہیں۔ جو قاری پر مخفی نہ ہوں گے ان کے رد میں استاذ المحدثین حضرت شاہ احمد سعید فاروقی مجددی رحمہ اللہ نے "تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین" لکھی اور جگہ جگہ صاحب مسائل اربعین کی تضاد بیانی اور علم سے ناواقفیت اور حماقت کا پردہ چاک کیا ہے پوری حقیقت تو اس وقت آشکار ہوگی جب آپ پوری کتاب کا مطالعہ کریں گے لیکن ہم چند حوالوں سے آپ کی تواضع کرنا چاہتے ہیں منجملہ یہ تصنیف درجہ ذیل مسائل پر مشتمل ہے۔ بچے کے کان میں اذان۔ نام محمد رکھنا۔ اذان پر اجرت۔ عبادت پر اجرت۔ عقیقہ۔ خوشی کے بعد شرینی تقسیم کرنا۔ پہلے دن ولیمہ کا حکم، نیندرا کا حکم۔ دولھا کی منہ دکھلائی۔ پھولوں کے ہار پہنانا، کون سی مشابہت ممنوع ہے، نقارہ کا حکم، جنازے کے ساتھ پکا طعام لیجانا۔ مکروہ حرام کی تفریق۔ دن کی تعین کے ساتھ صدقہ کا مسئلہ۔ تیجہ، ایصال ثواب، عرس، ختم شریف، روحوں کا گھروں میں آنا، کیا صحیح احادیث صرف صحاح ستہ ہی ہیں۔؟ چاردیواری اور قبر بنانا، مزارات پر گنبد، جنازہ کے ساتھ کلمہ

پڑھنا، نماز خوف، شان اولیاء، زیارت قبور اور اہل قبور سے استمداد، قبر کا طواف، قبر کا بوسہ، قبر پر چادر چڑھانا، پھول ڈالنا، نذر کا مسئلہ، انبیاء کی بشریت کا مسئلہ آپ علیہ السلام کی ولادت کا حسین بیان ہے۔ صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں صاحب اربعین نے لکھا نفسی نفسی کی آواز ہر چھوٹے بڑے سنیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ حضور شفیع المذنبین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم (قیامت کے دن نفسی نفسی کی بجائے) امتی امتی ارشاد فرمارہے ہوں گے لہذا مجیب کو چاہیے تھا کہ وہ اس کلمہ سے حضور اکرم ﷺ کا استثناء ذکر کرتے مطلقاً اس طرح کہنا مناسب نہ تھا۔ آج کل ایک نیا فتنہ پھیلا ہے کہ اجی یہ حدیث صحاح ستہ میں۔؟ ص ۳۸ پر لکھتے ہیں صحیح احادیث صحاح ستہ کی کتابوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ ان کتابوں کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی صحیح احادیث موجود ہیں۔ اور تمام علماء نے بغیر انکار کے انہیں قبول فرمایا ہے مشکوٰۃ شریف اور حصن حصین کے مصنفین نے صحاح ستہ کے علاوہ بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ مسند امام اعظم، مسند شافعی، مسند امام احمد، موطا امام محمد، ان ائمہ کے آثار اور موطا امام مالک بعض علماء کے نزدیک صحاح ستہ کی کتب سے ہے ائمہ کرام میں سے ہر امام کا مقلد اپنے امام کی مسند کو صحاح ستہ سے زیادہ صحیح جانتا ہے۔ اس بحث کو مکمل پڑھنا چاہیے۔

ص ۲۲ پر تعین دن کے ساتھ صدقہ کرنا کے عدم جواز کا رد بلیغ کیا ہے اس مسئلہ تعین پر حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ رحمہ اللہ نے دل لگتی بات فرمائی ہے۔ دن مقرر کیوں کیا جاتا ہے۔؟ میں ان سے کہتا ہوں کہ تم اتنے ہی مقرر کرنے کے خلاف ہو تو پھر بیٹے یا بیٹی کی شادی کرتے ہو تو جب بیٹے والے برات کیلئے دن مقرر کرنے کیلئے آتے ہیں تو وہاں بھی یہی بات کیا کرو کہ بھئی! دن مقرر کرنا بدعت

ہے اس لئے ہم دن مقرر نہیں کریں گے کسی نہ کسی دن برات لیکر آجانا۔ اور پھر مقرر کرنا بدعت ہی ٹھہرا تو پھر ایک برات ہی کیلئے دن کا مقرر کرنا بدعت کیوں ہوں۔؟ لڑکے کا مقرر کرنا لڑکی کا مقرر کرنا بھی بدعت ہونا چاہیے اور ان لوگوں کو یوں کہنا چاہیے کہ کسی نہ کسی دن برات لیکر آجانا اور کسی نہ کسی لڑکے کو لے آنا اور کسی نہ کسی لڑکی کو لیجانا (سنی علماء کی حکایات ص ۴۴)

صفحہ ۱۴ پر فریق مخالف کے دعوی و دلیل کے درمیان عدم مطابقت کو ثابت کیا ص ۱۲ پر مکروہ حرام کی خود ساختہ تعریف کو رد کیا۔ صفحہ ۱۲ پر بالغ اور نابالغ کا فرق بیان کر کے فریق مخالف کی اس بات کو کہ بالغ و نابالغ احکام میں شرع میں برابر ہین کا رد کیا۔ اور آخر میں ان لوگوں کو رد میں لکھا جو کہتے ہیں ہم کھاتے ہیں آپ بھی کھاتے ہیں ہم پیتے ہیں آپ بھی پیتے ہیں لہذا وہ ہماری طرح بشر ہیں۔

اس پر مصنف رحمہ اللہ مثنوی مولانا روم کے خوبصورت و دلنشیں اشعار لائے ہیں انکا ترجمہ نذر قارئین کرنے سے قبل یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب اصل فارسی میں ہے اس کو اردو زبان کے قالب میں ڈھالنے کا شرف صاحبزادہ والا شان، خوش شکل، خوش اخلاق، الولد سرّ لابیہ کے مصداق سراپا اخلاص جو متعدد حج وعمرے کر چکے ہیں نیز ملک شام شریف کے سفر کی سعادت کو بھی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں صدیقی خاندان کے چشم و چراغ ہیں بڑی سینہ کاوی اور عرق ریزی سے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ترجمہ پر اصل کتاب کا گمان ہوتا ہے۔ میری مراد حضرت علامہ مولانا محمد ضیاء الاسلام صدیقی دامت فیوضہ ہیں۔ اللہ جل شانہ اس خاندان کی برکتیں ہمیشہ رکھے آمین۔ اب ترجمہ اشعار حاضر خدمت ہیں۔ بھڑوں کی دونوں قسمیں ایک

ہی جگہ سے اپنی خوراک کھاتی ہیں ایک سے صرف ڈنگ پیدا ہوتا ہے اور دوسرے سے شہد پیدا ہوتا ہے۔ دونوں قسموں کے ہرن پانی پیتے ہیں اور گھاس کھاتے ہیں لیکن ایک کے پیٹ میں وہ مینگناں بن جاتا ہے اور دوسرے میں کستوری۔ اشعار مع ترجمہ ص ۱۰۱ پر مرقوم ہیں جن کا مطالعہ عشق ومحبت میں اضافے کا سبب بنے گا اور اس گلدستہ کی روشنی قلب وروح پر لگے ہوئے زنگار کو ختم کردیگی اور اس کی خوشبو مشام جان کو معطر کرے گی۔ اللہ جل شانہٗ اسکے فیض کو دوام بخشے آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم۔

اس کتاب کا فارسی متن مفتی اعظم محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے راقم الحروف کو یہ کہہ کر عطا فرمایا کہ حضرت حاجی پیر زید مجدہٗ الکریم سے عرض کریں کہ وہ اس کے ترجمہ اور طباعت کا اہتمام کریں۔ قبلہ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ خود صاحب تاثیر تھے کسی سے متاثر نہ ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ شریعت وطریقت کے مرج البحرین استقامت کے کوہ ھمالیہ قطب الاقطاب خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد صادق مدظلہ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے واپسی پر ارشاد فرمایا میں نے نفسانیت نام کی کوئی چیز وہاں نہیں دیکھی۔ ایک دوسرے موقعہ پر ارشاد فرمایا قبلہ حضرت کی بات چھوڑیئے وہ تو ہفت اقلیم کے مالک ہیں۔ پھر ایک بار خانقاہ سلطانیہ جہلم شریف کا سفر فرمایا راقم الحروف اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھا۔ حضرت قبلہ مفتی اعظم رحمہ اللہ مرشد گرامی حضرت قبلہ حاجی پیر زید مجدہٗ الکریم کی والدہ ماجدہ علیہا الرحمۃ والرضوان کی فاتحہ خوانی کیلئے تشریف لے گئے آپ نے مغرب کی نماز وہاں ادا فرمائی۔ مزارات مقدسہ پر حاضری سے شاد کام ہوئے پھر وہیں کھانا تناول فرمایا اس کے بعد رخصت ہونے لگے

تو قبلہ حاجی پیر زید مجدہ الکریم نے تحائف دیئے جو آپ نے قبول فرمائے۔ اور مجھے فرمایا اپنے پیر صاحب سے عرض کریں کہ وہ درس نظامی کا ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کریں۔ فقیر نے قبلہ حضرت کی بارگاہ میں عرض کر دیا تھا

حضرت حاجی پیر دامت برکاتہم العالیہ نے یہ کتاب ترجمہ کیلئے اپنے لخت جگر حضرت صاحب زادہ مولانا محمد ضیاء الاسلام کو عطا فرمائی۔ اب اس کتاب کے ترجمہ کی اشاعت ہو رہی ہے یقیناً اس سے دیگر اکابر امت کے ساتھ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو بھی تسکین ہو گی۔

حافظ خادم حسین رضوی

۸ ذوالحجہ ۱۴۲۹ھ بمطابق ۷ دسمبر ۲۰۰۸ء

بروز اتوار

حیاتِ مصنف

مولانا صاحبزادہ محمد بدر الاسلام صدیقی

نام: احمد سعید، کنیت ابوالمکارم والد گرامی کا نام زکی القدر ابوسعید ''مظہر یزداں'' تاریخی نام ہے۔ یکم ربیع الاخر ۱۲۱۷ھ الموافق ۳۱ جولائی ۱۸۰۲ء رامپور میں ولادت ہوئی۔

ابتدائی احوال:

رشد و ہدایت کے آثار بچپن سے آپ میں ظاہر تھے آپ کے نانا شاہ غلام صدیق عالم باعمل بزرگ تھے انہوں نے آپ کا مشرب معلوم کر کے آپ کا نام غلام غوث رکھا۔ قرآنِ کریم حفظ کرنے کے دوران اپنے والد گرامی کے ہمراہ کبھی کبھی حضرت شاہ درگاہی کے پاس جایا کرتے وہ آپ کو محبت سے اپنے پاس بٹھاتے اور کلام پاک سماعت فرماتے۔ آپ کے والد حضرت شاہ ابوسعید علیہ الرحمۃ جب بیعت کی غرض سے حضرت شاہ غلام علی مجددی قدس سرہٗ کے پاس دہلی حاضر ہوئے تو آپ بھی ان کے ساتھ آئے اور حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوئے اس وقت آپ کی عمر مکمل دس برس نہ تھی۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ آپ پر نہایت مہربان تھے اور فرمایا کرتے کہ ''میں نے لوگوں سے ایک بچہ طلب کیا کسی نے نہ دیا ابوسعید نے میری طلب پوری کر دی اور اپنا بیٹا مجھ کو دے دیا''۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا حال کو قال کے ساتھ جمع کرنا چاہیے لہذا علماء سے علمِ ظاہر پڑھو اور فرصت کے وقت حلقہ میں شریک ہوا کرو آپ فرماتے ہیں: اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ

مجھ کو کثرتِ مستفیدین کی وجہ سے بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی تھی ابھی میں کھڑا ہی ہوتا تھا کہ شاہ صاحب کی نظر مجھ پر پڑ جاتی تھی آپ مجھے بلا کر اپنے پاس بیٹھنے کو فرماتے اور میں آپ کی مسند کے ایک گوشہ پر بیٹھ جاتا پھر شاہ صاحب قوتِ تمام ایک ساعت توجہ دیا کرتے تھے۔

تعلیم ظاہری:

معقول کی کتابیں مولوی فضل امام علیہ الرحمۃ والد علامہ فضلِ حق خیر آبادی اور مولوی رشید الدین خان علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر رحمہم اللہ کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے کبھی زیارت اور کبھی استفادہ کی غرض سے۔ اس کے علاوہ آپ نے رامپور میں مفتی شرف الدین اور شاہ سراج احمد مجددی لکھنو میں مولوی محمد اشرف اور مولوی نور محمد سے استفادہ کیا۔

حدیث مسلسل بالاوّلیۃ کی اجازت اپنے والد کے ماموں شاہ سراج احمد مجددی سے حاصل کی جنہوں نے بہ طریقِ آباءِ کرام حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔

مشکاۃ المصابیح، ترمذی، تصوف کی کتب رسالہ قشیریہ، عوارف المعارف احیاء علوم الدین، نفحات الانس، اشحات، مکتوبات اور مثنوی معنوی اپنے شیخ حضرت عبداللہ شاہ غلام علی دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔

کسبِ سلوک:

حضراتِ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ کا سلوک اول تا آخر پندرہ برس کے عرصہ

کو خرقۂ خلافت عنایت فرمایا چونکہ آپ نے جمیع مقامات میں اپنے والد بزرگوار حضرت شاہ ابوسعید علیہ الرحمۃ سے بھی توجہات لی ہیں۔ اس لیے شجرۂ شریفہ میں آپ کے والد گرامی کا نام لکھا ہے۔

خانقاہ کی جانشینی اور ہجرت:

جمادی الآخرہ ۱۲۴۹ھ میں آپ کے والد گرامی حج کیلئے روانہ ہوئے اور خانقاہِ مظہری دہلی آپ کے سپرد کی۔ اطراف واکناف سے خلقِ خدا آکر فیض یاب ہوئی۔ دریائے فیضان چوبیس برس سات ماہ اور کچھ دن اس مبارک خانقاہِ ارشاد پناہ میں جاری رہا۔ اواخرِ محرم ۱۲۷۴ھ میں مسلمانانِ ہند پر بڑی کڑی آزمائش آئی۔ انگریزوں کی فوجیں دلی میں داخل ہوگئیں اور مسلمانوں کے خون بہائے اس ہنگامہ دار و گیر میں آپ نے اپنے اہلِ وعیال سمیت بے سروسامانی کے عالم خانقاہ سے ہجرت فرمائی اس دوران آپ کو بڑے مصائب وآلام سے گزرنا پڑا۔ اسی سفر میں اہلیہ محترمہ کا وصال ہوا۔ دورانِ سفر آپ کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا جس جگہ بھی فروکش ہوتے اذان واقامت اور باجماعت نماز ادا فرماتے۔ یہ مبارک قافلہ دہلی سے صفدر جنگ پھر پانی پت، کرنال، انبالہ کے راستہ لاہور پہنچا وہاں آپ کے خلیفہ حاجی دوست محمد قندھاری علیہ الرحمۃ کے متعلقین نے آپ کا استقبال کیا اور یہ سارے قافلہ کو لیکر ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے، ڈیرہ اسماعیل خان سے دو تین منزل پہلے خود حاجی صاحب مع رفقاء نے آپ کا استقبال کیا، یہاں آپ کا تین ماہ قیام رہا، ڈیرہ اسماعیل خان سے کشتی کے ذریعہ مبارک قافلہ بمبئی اور وہاں بادبانی جہاز کے ذریعہ شعبان

قیام رہا اس دوران اکثر یہ شعر پڑھتے۔

زمہجوری برآمد جانِ عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃ للعالمینی زمہجوراں چرا فارغ نشینی

ربیع الاوّل ۱۲۷۵ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور وصال تک یہیں قیام رہا۔

قبولیت:

حضرت زید ابوالحسن فاروقی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں: پنجاب سے مدینہ منورہ پہنچنے تک ہر جگہ عمائد، شرفاء اور مشائخ نے آپ کی طرف رجوع کیا اور بے شمار افراد بیعت ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ترک اور عرب سینکڑوں کی تعداد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عوام وخواص کیلئے آپ کی ذات گرامی مرجع بن گئی تھی آپ کی قبولیت دیکھ کر لوگ متحیر رہ جاتے، اگر آپ کی حیات وفا کرتی اور اس ملک میں کچھ عرصہ بقیدِ حیات رہتے تو یقیناً آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ جاتی۔

ذوقِ سخن:

شعر وشاعری سے بھی آپ کو ذوق تھا آپ کا تخلص ''سعید'' تھا غوث الثقلین حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی فارسی میں منقبت لکھی۔

تلامذہ:

آپ کے تلامذہ میں اپنے وقت کے بلند پایہ علماء شامل ہیں مثلاً مولوی عبدالقیوم بن مولوی عبدالحی، مولانا محمد نواب، مولوی احمد علی سہارنپوری محدث، مولوی ارشاد

خلفاء:

آپ کے فرزندانِ عالی قدر کے علاوہ آپ کے خلفاء بکثرت ہوئے ہیں۔ مناقب احمدیہ کی روایت کے مطابق فرزندوں کے علاوہ اسی (۸۰) افراد آپ کے خلفاء میں شامل ہیں اور انساب الطاہرین میں ہے کہ ''سینکڑوں افراد اجازت وخلافت سے مشرف ہوئے اور اپنی اپنی جگہ ہر ایک صاحبِ ارشاد ہے خلقِ خدا ان سے مستفیض ہو رہی ہے''۔

آپ کا فیض عرب وعجم میں پھیلا، حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ کا شمار آپ کے اعظم خلفاء میں ہوتا ہے ان کے ذریعہ سینکڑوں لوگ فیض یاب ہوئے۔

اولادِ امجاد:

آپ کے چار صاحب زادے تھے۔ ۱۔ عبدالرشید ۲۔عبدالحمید ۳۔محمد عمر ۴۔محمد مظہر ایک صاحبزادی روشن آراء۔عبدالحمید اور روشن آراء کا طفلی میں انتقال ہوا۔ان کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالرشید رحمہ اللہ بیس سال کی عمر میں ظاہری وباطنی علوم سے فراغت حاصل کی پھر والد گرامی سے اجازت حاصل کر کے حرمین شریفین حاضر ہوئے، رخصت ہوتے وقت والد گرامی نے آپ کو حضرت شاہ غلام علی مجددی رحمہ اللہ کا عمامہ کلاہ اور قمیض بطور تبرک عطا فرمایا اور ساتھ اجازت عامہ وخلافتِ مطلقہ عطا فرمائی۔

آپ کے حلقہ میں حجاز، روم، شام، بخارا، خراساں اور ہندوستان کے لوگ شامل تھے۔

۱۶ ذوالحجہ ۱۲۸۶ھ مکہ مکرمہ انتقال ہوا۔ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے روضہ کے قریب بائیں جانب محو استراحت ہوئے۔

حضرت شاہ محمد عمر فاروقی مجددی قدس سرہٗ کی شوال ۱۲۴۴ھ، اپریل ۱۸۲۹ء خانقاہ شریف میں ولادت ہوئی۔ کنیت ابوالسعادات۔ قرآن کریم حفظ کیا، علوم متداولہ مولانا حبیب اللہ سے پڑھے۔ حدیث شریف شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ اور کتب تصوف اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ سلوکِ مجددیہ کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ اپنے والد حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ کے ہمراہ حجاز مقدس کا سفر کیا۔ والد گرامی کے وصال کے بعد مدینہ منورہ سے شام گئے، اسی طرح مصر، فلسطین میں صخرہ شریفہ اور دیگر مقاماتِ مبارکہ کی زیارت کی۔ آپ نے اپنی زندگی میں بہت مصائب و آلام سے دوچار ہوئے، اپنے والد گرامی کے وصال کا غم بھولے نہ تھے کہ زوجہ محترمہ اور دو بیٹیوں کا الم فراق دیکھنا پڑا۔ اور آپ کے ایک ہی صاحب زادے حضرت شاہ ابوالخیر عبداللہ محی الدین رحمہ اللہ بقید حیات رہے جو اپنے وقت کے بے مثال مجمع شریعت و طریقت بنے۔ حضرت شاہ محمد عمر رحمہ اللہ کا فیض عرب شریف میں خوب پھیلا مکہ معظمہ بیس برس قیام کیا اور سلسلہ شریفہ کی ترویج کی سینکڑوں لوگ نسبتِ عالیہ سے بہرہ ور ہوئے۔ یہاں آپ کا قیام باب العمرۃ کے قریب تھا۔ آپ گوناگوں بیماریوں کی وجہ نحیف وضعیف ہو گئے تھے لیکن آپ کے اوراد واشغال اور توجہ وحلقہ کے معمولات میں کچھ کمی واقع نہ ہوئے۔ مریدین کی تربیت دن میں تین مرتبہ فرماتے۔ اشراق کے بعد، ظہر کے بعد اور مغرب کے بعد۔ آخری عمر میں ہندوستان تشریف لائے اور رام پور ۲ محرم ۱۲۹۸ھ ۵ دسمبر ۱۸۸۰ء میں وصال ہوا۔ شاہ جمال اللہ قدس

سرہٗ کے گنبد کے متصل مغرب کی جانب مدفون ہوئے۔

شاہ محمد مظہر فاروقی قدس سرہٗ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۸ھ میں خانقاہ شریف دہلی میں پیدا ہوئے تاریخی نام ''مظاہر محمدی'' ہے۔

حضرت زید فاروقی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں آپ حافظ، عالم، کامل، قوی الجذبہ اور کثیر الارشاد، شاہ احمد سعید علیہ الرحمۃ کے بعد آپ سے طریقہ شریفہ کی خوب رونق بڑھی۔ سمرقند، بخارا، قزان، روم، افغانستان، ایران کے بعض اضلاع سارا جزیرہ عرب اور شام فیضیاب ہوا۔

آپ نے مدینہ منورہ میں تین منزلہ نہایت عمدہ رباط ۱۲۹۰ھ میں بنوائی۔ یہ خانقاہ ''رباط مظہر'' کے نام معروف ہے۔

آپ کی تالیفات ''مناقب احمدیہ سعیدیہ'' فارسی اور عربی الدرالمنظم فی القیام تجاہ البقر المکرم

آپ کے دس صاحب زادے اور پانچ صاحب زادیاں تھیں۔

۱۱ محرم الحرام ۱۳۰۱ھ مدینہ منورہ میں وصال ہوا بقیع شریف میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قبہ شریفہ کے قریب اپنے والد کی قبر کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔

اخلاق و عادات:

آپ کریم النفس، رقیق القلب اور حلیم الطبع تھے۔ بڑے رحیم و شفیق تھے مریدوں میں سے کسی سے کوئی لغزش ہو جاتی تو اس کو اپنی طرف منسوب کرتے اور فرماتے کہ قصور میرا ہے اگر مجھ میں کمال ہوتا تو تم سے یہ بات وقوع پذیر نہ ہوتی بلکہ

میرے عکس سے میرے اوصاف رذیلہ ظاہر ہوئے شکست و مسکنت اور دید قصور آپ میں بدرجہ غایت پائی جاتی آپ دائم الذکر والفکر تھے۔

وصال:

ظہر و عصر کے درمیان سہ شنبہ ۲ ربیع الاوّل ۱۲۷۷ھ الموافق ۱۸ ستمبر ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ میں وصال شریف ہوا محراب نبوی میں جہاں آپ کے جد اکبر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ ہوئی تھی آپ کی جنازہ بھی وہیں پڑھی گئی اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قبہ شریفہ سے متصل قبلہ کی جانب تربت بنی حضرت شاہ محمد عمر مجددی علیہ الرحمۃ نے ''عاش سعیدا مات شہیدا'' سے سال وصال نکالا۔ آپ کی عمر قمری حساب سے ۵۹ سال ۱۱ ماہ ایک دن اور شمسی حساب سے ۵۸ سال ایک ماہ سترہ دن ہوئی ہے۔ مدینہ منورہ کے گورنر پاشا اور دیگر کبراء تجہیز و تکفین کیلئے آئے اور آپ کے جنازہ پر لوگوں کا اتنا اجتماع ہوا کہ اہلِ مدینہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے اتنی مخلوق کسی کے جنازہ پر نہیں دیکھی۔ رحمہ اللہ ورضی عنہ

تالیفات:

۱۔ سعید البیان فی مولد الانس والجان — اردو

۲۔ الذکر الشریف فی اثبات المولد المنیف — فارسی

۳۔ الفوائد الضابطہ فی اثبات الرابطہ — فارسی

۴۔ الانہار الاربعہ — فارسی

۵۔ تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ المسائل الاربعین۔

خواجہ دوست قندھاری رحمہ اللہ نے جمع کیا۔ کبھی کبھی آپ فتوی بھی دیا کرتے تھے لیکن کسی نے آپ کے فتاویٰ کو جمع نہیں کیا۔

ملفوظات:

مرید نارسیدہ شیر خوار کی طرح ہوتا ہے جو اپنے نفع ونقصان سے بے خبر ہوتا ہے، اگر بچہ رضاعت کی مدت سے قبل دودھ پینا چھوڑ دے تو اس کی نشوونما میں کمی رہ جاتی ہے اسی طرح اگر مرید استعداد سے قبل (شیخ) سے جدا ہو جائے تو ناقص وابتر ہو جاتا ہے۔

اگر طالب میں دنیا کی طرف میلان اور اغنیاء کی جانب رغبت دیکھتے تو اس سے مایوس ہو جاتے اور اسی طرح نکاح کی طرف مائل دیکھتے تو اس سے بھی ناامید ہو جاتے اور کلمہ استرجاع پڑھتے۔

مبتدی کیلئے عورت سے مضر کوئی چیز نہیں جس وقت اس بلاء میں مبتلاء ہوا دنیادار ہو گیا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طلب اس کے دل سے جاتی رہی اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دوں ایں خیال است ومحال است جنوں

اغنیاء اور ارباب تنعم طالبِ مولیٰ کیلئے سم قاتل اور سدِ سکندری ہے اس سے مجاری فیض بند ہو جاتے ہیں اور قلب پر ظلماتِ کثیفہ بڑھتے ہیں۔

فقیر کی آرزو ہے کہ حیاتِ مستعار کے سانس اللہ تعالیٰ کی مرضی میں گذریں اور گوشہ میں بیٹھ کر زبان تکرار کے ساتھ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" سے تازہ رہے۔

طالبانِ خدا کو چاہیئے کہ ایک لمحہ جناب الٰہی سے غافل نہ ہوں تا کہ توجہ الی اللہ بے مزاحمتِ اغیار (جس کو دوامِ حضور کہتے ہیں) ملکۂ دل ہو جائے۔

دین و دنیا کے امور کو بواسطہ پیرانِ کبار جناب الٰہی میں تفویض کرے۔

صبر و توکل، قناعت، رضا، افتقار و انکسار خاکساری اور تواضع کو اپنی عادت بنائے۔

صوفیاء کی کتب میں مکتوباتِ امام ربانی کو مطالعہ میں رکھنا بہت ضروری ہے۔

اوقات کو طاعت اور وظائف میں اس طرح صرف کرے کہ ہر روز اسمِ ذات قلب پر کم از کم پانچ ہزار اور تمام لطائف سے اقل ایک ایک ہزار اسم ذات، گیارہ سو مرتبہ نفی و اثبات، پانچ ہزار تہلیل لسانی معانی کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ قرآن کریم کم از کم ایک پارہ تدبر کے ساتھ، بارہ رکعت صلاۃ تہجد، چار چار رکعت نماز اشراق و چاشت اور فی الزوال، بیس رکعت اوابین اگر ممکن ہو ورنہ چھ رکعت پر اکتفا کرے۔ کمالِ خشوع و خضوع سے ادا کرے۔

لوگوں سے بقدرِ ضرورت اختلاط رکھے تا کہ ادائے حقوق ہو سکے۔

مریدِ حق کسی طرف التفات نہیں کرتا بلکہ غیر سے متنفر ہوتا ہے۔

طالبان سے جو شخص حجرہ بند کر کے ذکر و فکر کا التزام کرتا اسے بہت پسند فرماتے۔

طالب اس وقت اللہ تعالیٰ کا مرید ہوتا جب اپنے سینہ سے جمیع مقاصد اور مرادیں رفع کرے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا کے سوا اس کی کوئی مراد نہ ہو۔ مردہ

رہے کہ ''اے اللہ! جو کچھ تیری رضا ہو اس پر قائم رکھ اور ایک لحظہ اپنے سے دور نہ کر۔

مشاہدات و مکاشفات:

فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایسے معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ہاتھ مجھے کھانا بھیجا اور حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کھانا خاص تمہارے لئے بھیجا ہے۔

ایک مرتبہ ایامِ صیام میں بوقت تراویح مشاہدہ ہوا کہ حضرت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کبار کے ہمراہ اس احقر کا قرآن کریم سننے کیلئے تشریف لائے ہیں اور استماع کے بعد تحسینِ قرأت فرمائی۔

فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ کے مزار کی زیارت کیلئے گیا راستے میں دیکھا کہ حضرت خواجہ تشریف لاتے ہیں اور فقیر سے متوجہ ہو کر فرمانے لگے۔

عشق آں خانماں خرابے ہست　　　کہ ترا آورد بخانہ ما

اور نہایت مہربانی سے پیش آئے۔

''جنت البقیع شریف میں حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کا مزار سب سے زیادہ پر انوار ہے''۔

مأخذ

مقاماتِ خیر۔ علامہ شیخ ابوالحسن زید فاروقی

مشائخ نقشبندیہ مجددیہ مولانا محمد حسن نقشبندی مجددی

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں سیدھی راہ پر چلایا۔ عام حفاظت کے ساتھ ہمیں افراط وتفریط سے الگ رکھا۔ اتم اور اکمل درود وسلام اس ہستی کی ذات وصفات پر ہو جسے خلق عظیم کے ساتھ مخصوص کیا گیا۔ نیز ان کی آل پاک اور صحابہ کرام پر بھی ہو جو ملت کی کشتی اور مضبوط دین کے ستارے ہیں۔

اما بعد واضح ہو کہ کچھ گہرے دوستوں نے مسائل اربعین کے بارے میں اس ناچیز احمد سعید بن ابو سعید مجددی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر چیز کے عوض سے کافی ہو، سے پوچھا اور اس کے درست اور نادرست ہونے کے متعلق دریافت کیا۔ ان کے استفسار کے جواب میں اس احقر نے چند سطریں تحریر کیں تا کہ صحیح، غلط سے اور حق باطل سے ممتاز ہو جائے۔ میں نے اس کا نام " **تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل اربعین** " رکھا توفیق صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اسی کی طرف میں نے لوٹ کر جانا ہے اور اسی سے ہم مدد کے خواستگار ہیں

پہلا رد

سائل نے سوال کیا کہ ولادت کے وقت بچے کے کان میں اذان کہنا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب؟

مجیب نے جواب میں لکھا کہ مولود کے دونوں کانوں میں اذان اور اقامت کا استحباب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے ثابت ہے۔ میں کہتا ہوں (سوال میں مذکور) آخری شق یعنی مستحب ہونے کو اختیار کرنا اور دلیل یہ دینا کہ (یہ امر) سنت سے ثابت ہے محض ... دوسری شق یعنی مسنون ہونے

کو اختیار نہ کیا تا کہ دعوی دلیل پر بغیر کسی تکلف کے منطبق ہو جاتا۔ حق یہ ہے کہ دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت پڑھنا سنت ہے۔ جس طرح کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح سفر السعادت میں تصریح فرمادی ہے۔

''مولود کے کان میں اذان کہنا بھی سنت ہے'' [1]

دوسرا رد

مجیب نے اسی پہلے سوال (کی شق ثانی)[2] کے جواب میں کہا

''جامع صغیر میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی:

من ولدله ثلاثة اولاد فلم یسم احدھم باسم محمد فقد جھل رواہ الطبرانی فی الکبیر و ابن عدی فی الکامل۔ [3]

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے ہاں تین لڑکے پیدا ہوں وہ ان میں سے کسی کا نام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر نہ رکھے۔ وہ اس برکت سے محروم رہتا ہے۔

''فقد جھل،، کی تفسیر ان الفاظ سے کی کہ اس برکت سے محروم رہتا ہے۔ اس کی یہ توجیہ اس قاصر کے ذہن میں نہیں آتی کیوں کہ اس کا مطابقی مفہوم اس معنے سے جدا ہے۔ ''فقد جھل،، کے الفاظ سے متبادل مفہوم یہ ہے:

---

[1] ملاحظہ ہو شرح سفر السعادت ص ۳۸۳۔ مطبوعہ نول کشور لکھنو

[2] دوسری شق یہ ہے کہ مولود کا نام محمد یا احمد رکھنا جائز ہے یا نہیں (مسائل اربعین خطی ورق ۳)

[3] جامع صغیر شرح فتح القدیر جلد ۶ صفحہ ۲۳۷۔

ترجمہ جس کے ہاں تین لڑکے ہوں اور ان میں سے کسی کا نام احمد نہ رکھے تو اس نے نادانی کی۔

فقد جهل الطريقة المحمودة المشروعة من الشارع في وضع الأسماء۔

یعنی اس نے نام رکھنے میں حضرت شارع علیہ السلام کے مقرر فرمودہ صحیح طریقہ کو نہ جانا۔ کیوں کہ حضرت شارع علیہ السلام کے نزدیک بہترین نام عبداللہ، عبدالرحمٰن، محمد، احمد اور اس طرح کے دیگر نام ہیں واللہ اعلم۔

(تیسرا رد)

(صاحب مسائل اربعین نے) دوسرے سوال کے جواب میں کہا کہ اگر کوئی شخص اجرت لینے کی نیت سے اذان دے تو اذان میں اجرت وصول کرنا جائز نہ ہوگا[۱]

میں کہتا ہوں متاخرین علمائے احناف نے اذان وغیرہ عبادات پر اجرت لینے کے جواز پر فتوی دیا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے۔

یفتی الیوم بصحتها [۲]

ترجمہ: آج کل اس کے درست ہونے پر فتوی دیا جاتا ہے۔

(چوتھا رد)

اسی سوال کے جواب میں لکھا ہے۔

عبادت پر اجرت لینے کی حرمت کی نص یہ آیت مبارکہ ہے

ان اجری الا علی اللہ [۳] [۴]

اس آیت مبارکہ سے عبادت پر اجرت لینے کی حرمت ثابت نہیں ہوتی کیوں کہ اس آیت کریمہ کا معنے یہ ہے اگر تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو قبول

---

[۱] مسائل اربعین خطی ورق ۳ب [۲] درمختار جلد ۹ صفحہ ۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت

[۳] (۱) سورہ یونس آیت نمبر ۷۲ (۱۱) سورہ ھود آیت نمبر ۲۹ [۴] مسائل اربعین خطی ورق ۳ب

کرنے سے منہ موڑ دیا میں نے تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگی میری اجرت تو صرف اللہ تعالیٰ کے ذمہ (رحمت) پر ہے۔ آیت کے اس معنے پر غور کرو۔

پانچواں رد

صاحب مسائل اربعین نے کہا (نومولود کے کان میں اذان کہنے والا) حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہنے کے وقت اپنے چہرے کو اسی طرح (دائیں بائیں جانب) پھیرے جس طرح کہ نماز کیلئے اذان میں پھیرتا ہے۔ [۱]

میں کہتا ہوں کہ نماز کیلئے اذان پڑھنے کے وقت چہرے کو پھیرنا دائیں جانب اور بائیں جانب رہنے والے نمازیوں کو مطلع کرنے کیلئے ہے۔ مولود کے کانوں میں اذان کہنے کے وقت یہ علت موجود نہیں لہذا چہرے کو پھیرنے کا فائدہ معلوم نہیں ہوتا۔ اس (علت کے وجود یا عدم سے) قطع نظر اس حکم کی سند درکار ہے سند کے بغیر حکم مقبول نہیں اور اس کی سند یہاں ذکر نہیں کی۔

چھٹا رد

چوتھے سوال کے جواب میں (صاحب مسائل اربعین نے) کہا لہذا رشتہ داروں کو فائدہ پہنچایا اہل ہند میں رائج رسم کی رعایت کی قید کے بغیر نیکی کے کاموں سے ہے بشرطیکہ قدرت ہو اور قرض نہ لینا پڑے۔ ایسے معاملہ کے جائز ہونے کیلئے یہ آیت مبارکہ دلیل ہے۔

وافعلوا الخیر لعلکم تفلحون۔ [۲] [۳]

ترجمہ: اور نیکی کے کام کیا کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

میں کہتا ہوں مجیب کا یہ استدلال اکثر موقعوں کو آپ کے کام آئے گا لہذا
اسے یادرکھو کیوں کہ یہ بہت سے نیک کاموں کے (جواز کے اثبات میں) کام آئے گا
جن سے مجیب نے آئندہ مسائل میں منع کیا ہے۔

ساتواں رد

پانچویں سوال کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ علمائے
احناف عقیقہ کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ اگر ساتویں روز نہ ہو سکے تو چودھویں
روز کرنا چاہیے۔ اگر اس دن بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں روز کرے۔[1]

میں کہتا ہوں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا میں فرمایا کہ ہم تک یہ روایت
پہنچی ہے کہ عقیقہ جاہلیت کی رسم تھی۔ اسلام کے اوّل دور میں بھی اس پر عمل کیا جاتا
رہا۔ اس کے بعد قربانی کے حکم نے ہر اس ذبح کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے مروج
تھا۔ رمضان المبارک کے مہینے کے روزوں نے ہر اس روزہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے
پہلے مروج تھا۔ جنابت کے غسل نے اس سے پہلے مروج ہر غسل کو منسوخ کر دیا اور
زکوٰۃ نے اپنے سے پہلے مروج صدقہ کو منسوخ کر دیا۔ ہمیں اسی طرح روایت پہنچی
ہے۔[2]

اور مجیب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ احناف کے نزدیک اگر ساتویں
دن عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں روز کیا جائے الخ۔ حالاں کہ یہ امام شافعی اور امام احمد
رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب ہے۔ چناں چہ حضرت شیخ (عبدالحق محدث دہلوی) رحمۃ اللہ
علیہ نے لکھا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ساتویں

---

[1] مسائل اربعین خطی ورق ۱۳ ب [2] موطا امام محمد ص ۲۹۱، ۲۹۲ مطبع مجتبائی پاکستان

دن عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں روز کرے ورنہ اکیسویں یا اٹھائیسویں یا پینتیسویں دن اسی انداز سے (ہر ساتویں روز سے موخر کرنے کی صورت میں اگلے ساتویں روز کرے) [۱]

آٹھواں رد

(صاحب مسائل اربعین نے) بچے کے سر کے بالوں کو چاندی سے وزن کر کے محتاجوں کو دینا مستحب اور سونے کے ساتھ وزن کر کے دینے کو جائز کہا یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ [۲]

لیکن ان دونوں اماموں کے ہاں چاندی اور سونے سے وزن کر کے صدقہ کرنا مستحب ہے نہ چاندی کے ساتھ مستحب اور سونے کے ساتھ جائز ہے جیسا کہ مجیب نے کہا ہے۔ یہ مسئلہ شرح سفر السعادت میں لکھا ہوا ہے۔ [۳]

نواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ (بچہ کے سر سے اتارے ہوئے) بال زمین میں دفن کرنا مستحب ہے۔ طیبی شرح مشکوٰۃ میں اسی طرح لکھا ہے۔ [۴]

میں کہتا ہوں کہ شرح طیبی کے عقیقہ کے باب میں یہ مسئلہ مذکور نہیں ہے۔

یہاں پر یہ مشہور شعر پڑھنا مناسب ہے۔

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا

الا یا ایہا اساقی ادر کا سا و ناولہا

ترجمہ: حضرت شیخ سعدی نے زلیخا کتاب میں کیا خوب کہا ہے۔ اے

---

۱ شرح سفر السعادت ص ۳۸۳ نول کشور لکھنو ۲ مسائل اربعین خطی ورق ۱۴ ب

۳ شرح سفر السعادت ص ۳۸۲ مطبع نول کشور لکھنو ۴ مسائل اربعین ورق ۱۴ ب

ساقی! جام کو گردش دے اور عطا کر۔ [1]

دسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا اچھے شگون کی خاطر عقیقہ کے ذبح شدہ جانور کی ہڈیاں نہ توڑے اور اگر توڑ دے کوئی حرج نہیں ہے۔ [2]

میں کہتا ہوں کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح حصن حصین میں لکھا ہے۔ چاہیے کہ اس ذبح شدہ جانور کی ہڈیاں نیک شگونی کیلئے نہ توڑی جائیں۔ [3]

اس عبارت سے تو عقیقہ کے ذبح شدہ جانور کی ہڈیوں کو نہ توڑنا مستحب معلوم ہوتا ہے۔

گیارھواں رد

صاحب مسائل اربعین نے کہا کہ اس صورت میں ماں، باپ، دادا، دادی کیلئے اس کا گوشت کھانا بھی جائز ہے اور مشہور اس کا الٹ ہے لہذا شرع شریف میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ [4]

میں کہتا ہوں گفتگو ماں، باپ، دادا، دادی کیلئے عقیقہ کا گوشت کھانے کے جواز میں نہیں بلکہ اس کھانے کے مستحب ہونے کے بارے میں گفتگو ہے۔ اس کے مستحب ہونے کو صاحب مسائل اربعین نے خود ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ''مستحب یہ ہے کہ عقیقہ کے ذبح شدہ جانور کا سر بال مونڈنے والوں کو دیں۔ اس کی ایک ران جنائی یعنی وہ عورت جو بچہ پیدائش کے وقت بطور معالج ہو کو دیں اس کے بعد اس

---

[1] وضاحت: حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب کا نام زلیخا نہیں ہے۔ اور دوسرا مصرعہ دیوان حافظ شیرازی کا سب سے پہلا مصرعہ ہے۔ یہ شعر ایسے موقعوں پر پڑھا جاتا ہے جیسے کوئی شخص زید کی پگڑی بکر کے سر باندھنے کی کوشش کرے۔ اور اوٹ پٹانگ باتیں کرے۔ [2] مسائل اربعین خطی ورق ۵ ا

[3] شرح حصن حصین [4] مسائل اربعین خطی ورق ۵ ا

گوشت کے تین حصہ کریں ان سے ایک حصہ فقراء اور مساکین کو دیں۔ باقی دو حصے رشتہ داروں اور ہمسایوں کے کھانے کیلئے تیار کر کے ان کے سامنے رکھیں۔ لہذا اس کے مستحب ہونے کا اقرار کرنے کے بعد یہ کہنا کہ اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں (عقل وسمجھ سے) بہت بعید قول ہے۔" [1]

بارھواں رد

ہندوستان میں بچوں کی مدرسہ میں پڑھائی کے آغاز کیلئے چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر جو لوگوں نے رائج کر رکھی ہے اس کیفیت سے عمر کی یہ مقدار اصول شرع جو کہ قرآن مجید، سنت، اجماع امت اور سابق مجتہدین کے قیاس ہیں، سے ثابت نہیں ہے۔ [2]

میں کہتا ہوں اس کا ثبوت شرع شریف میں وارد ہے۔ چناں چہ صاحب مسائل اربعین نے (اسی جواب میں آگے) خود شرح شرعۃ الاسلام سے نقل کیا ہے کہ "بچوں کے مکتب میں تعلیم کے آغاز کیلئے چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر مقرر ہے۔ بعض علماء نے اس کی توجیہہ یہ بیان کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا پہلی بار جب سینہ مبارک چاک کیا گیا تھا تو آپ کی عمر مبارک اتنی ہو چکی تھی۔ [3] لہذا یہ مشہور بات ثابت ہوگئی اور اس شخص کا قول باطل ٹھہرا جو یہ کہتا ہے کہ "عمر کی اس مقدار کی تعین کی کوئی اصل نہیں۔"

---

[1] مسائل اربعین ورق ۴ب ۵ ا [2] مسائل اربعین خطی ورق ۵ ا [3] مسائل اربعین خطی ورق ۵ ب۔ وضاحت: مسائل اربعین کے مخطوطہ میں درج ذیل عبارت اس کے بعد اضافہ ہے۔ بعد ازاں می نویسد والمشہور انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان لہ حینئذ جذ ثلث سنین۔ پس از نقل ایں قول مشہور توجیہہ اول ضعیف گردید فصح ان ہذا التوقیت لا اصل لہ فی الشرع۔ (اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کی اصل موجود ہے اگرچہ ضعیف ہے)

تیرھواں رد

صاحب مسائل اربعین نے ساتویں سوال کے جواب میں لکھا کہ علماء نے
ت کے حاصل ہونے کے بعد فرحت اور سرور کا وقت مقرر کر رکھا ہے۔ جیسا کہ ولیمہ
کھانا نکاح کے بعد اور عقیقہ ولادت کے بعد ہوتا ہے نعمت کے حاصل ہونے کی امید
خوشی کا وقت مقرر نہیں کیا۔ لہذا مکتب میں تعلیم کے آغاز کے بعد مٹھائی اور کھانا تقسیم
رنا مسنون نہیں۔ [1]

میں کہتا ہوں کہ یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ مدرسہ میں اسباق کا آغاز
رنے پر خوشی پڑھنے کی قابلیت کی نعمت پر ہے۔ لہذا یہ سنت ہے یہ خوشی نعمت کے
صول کی امید پر نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب مسائل اربعین نے سمجھا ہے اور اگر
صنف کے بقول اسے نعمت کے حصول کی امید پر خوشی قرار دیا جائے تو بھی اس کا
سنون ہاتھ سے نہیں جاتا۔ چناں چہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے
ورہ بقرہ سیکھنے کے بعد اونٹ ذبح فرمایا اور اپنے دوستوں کو کھلایا۔ اس طرح یہاں
ورۂ فاتحہ کی تعلیم کے بعد مٹھائی اور کھانا تیار کرنا بھی مسنون ہوگا۔ لہذا اس فعل کو سنت
سے بعید قرار دینا انصاف سے دور ہے۔

چودھواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ نعمت
بالخصوص دینی نعمت کے حاصل ہونے کے بعد خوشی منانا، کھانا دوستوں کو کھلانا، شیرینی
وغیرہ تقسیم کرنا جائز ہے۔ [2]

---

[1] مسائل اربعین خطی ورق ۵ ب   [2] مسائل اربعین خطی ورق ۱۵ ورق ۱۶

میں کہتا ہوں اس صورت پر جائز ہونے کے لفظ کا اطلاق کاتب کی غلطی سے ہوگا۔ مناسب یہ ہے کہ اسے سنت کہیں کیوں کہ اس کا ثبوت خلفائے راشدین سے خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہم کے فعل سے ہے۔ اوران کے فعل کا سنت ہونا درج ذیل اس حدیث سے ظاہر ہے۔

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین الهادین المهدیین۔[1]

ترجمہ: میری سنت اور رہنمائی فرمانے والے، ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اپنانا لازم ہے۔

پندرھواں رد

صاحب مسائل اربعین نے آٹھویں سوال کے جواب میں کہا اسی طرح اگر شیرینی تقسیم کرے تو بھی جائز اور مباح ہوگا۔[2]

میں کہتا ہوں کہ شیرینی سے مراد میٹھا کھانا ہے لہذا دونوں یعنی کھانا کھلانے اور شیرینی تقسیم میں فرق نہیں ہے لہذا یہ فعل مستحب ہوگا جیسا کہ تم نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مشکوٰۃ کی نقل سے خود اعتراف کرلیا ہے۔

سولھواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ لڑکیوں کے کان چھیدنے کے وقت کھانا اور شیرینی تقسیم کرنا کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذرا۔[3]

میں کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں صحابہ کرام بغیر کسی انکار کے کیا کرتے تھے جیسا کہ فتاویٰ حمادیہ[4] میں ہے اس سے مستورات کے حق میں اس کا

---

[1] سنن ترمذی حدیث رقم ۲۶۷۶ [2] مسائل اربعین خطی ورق ۱۶ [3] مسائل اربعین خطی ورق ۱۶

[4] فتاویٰ حمادیہ کی عبارت یوں ہے: لاباس بثقب اذن الطفل من البنات لانہم کانوا یفعلون ذلک فی زمن رسول

سنت ہونا ثابت ہوتا ہے۔لہذا نعمت یعنی سنت کے حصول کے بعد کھانا اور شیرینی تقسیم کرنا بھی مستحب ہوگا جیسا کہ ختنہ میں ہے۔

ستارھواں رد

صاحب مسائل اربعین نے نویں سوال کے جواب میں کہا کہ چھوٹے لڑکوں کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا حرام ہے۔[۱]

میں کہتا ہوں (نصاب الاحتساب کی عبارت سے مصنف نے) حرام ہونے کے دعویٰ کی سند کے طور پر ذکر کیا اس کی عبارت میں لفظ **لا ینبغی** ہے جو مکروہ ہونے پر دلالت کرتا ہے نہ کہ حرام ہونے پر۔ درمختار کے حاشیہ طحطاوی [۲] میں عورتوں کے مشابہت کے باعث اسے مردوں کیلئے مکروہ کہا ہے۔ ہدایہ میں ریشم کے لباس کو (نابالغ لڑکوں کیلئے) مکروہ کہا ہے۔ [۳] لہذا حرمت کے لفظ کا اطلاق نہیں کرنا چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ۔ [۴]

ترجمہ: اور مت کہو اپنی زبانوں سے جھوٹ بولتے ہوئے کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام تا کہ تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھو۔

---

[۱] مسائل اربعین خطی ورق ۱۶

[۲] طحطاوی حاشیہ درمختار جلد ۴ صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ کوئٹہ

[۳] ہدایہ آخرین جلد ۴ صفحہ ۴۵۷، ۴۵۸ مطبوعہ لاہور

[۴] النحل آیت ۱۱۶

اٹھارھواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ لہذا جو چیز بالغ مردوں کیلئے جائز ہے نابالغ بچوں کیلئے بھی جائز ہوگی اور جو چیز بالغ مستورات کیلئے جائز ہے وہ نابالغ لڑکی کیلئے بھی جائز ہوگی اور جو چیز (بالغ مرد وعورت) دونوں کیلئے مباح نہیں ہے وہ نابالغ لڑکی اور نابالغ لڑکے کیلئے بھی مباح نہ ہوگی۔ [۱]

میں کہتا ہوں شرعی عقود جیسا کہ بیع، شرا، نکاح، طلاق اور اس کی مانند معاملات بالغ لوگوں کیلئے جائز ہیں نابالغوں کیلئے ناجائز ہیں لہذا بالغ اور نابالغ ان دونوں کا حکم ایک جیسا نہیں ہے۔اسے سمجھ لیجئے۔

انیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے بارھویں مسئلہ کے جواب میں لکھا کہ ولیمہ کا کھانا کھلانا عقد نکاح سے پہلے مسنون نہیں ہے۔لہذا نکاح ہونے سے پہلے کھانا کھلانے کی صورت میں سنت ادا نہ ہوگی۔ [۲]

میں کہتا ہوں صاحب مسائل اربعین نے خود ہی مشکوۃ کے حاشیہ لکھنے والے بزرگ زین العرب سے اپنی اسی کتاب اور اسی جواب میں یوں نقل کیا ہے۔

ان الوليمة يكون بعد الدخول وقيل عندالعقد وقيل عندهما۔ [۳]

ترجمہ: ولیمہ بیوی سے دخول کے بعد ہوتا ہے بعض علماء نے فرمایا نکاح کے وقت ہوتا ہے اور بعض نے فرمایا دونوں کے وقت ہوتا ہے۔

---

[۱] مسائل اربعین خطی ورق ۶ ب ۔نوٹ: حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے یہاں بھی عبارت کا ابتدائی حصہ نقل کر کے اس بعد الی آخرہ لکھ دیا۔فقیر مترجم نے پوری متعلقہ عبارت درج کردی ہے۔

[۲] مسائل اربعین خطی ورق ۷ ا [۳] مسائل اربعین خطی ورق ۷ ا

صاحب مسائل اربعین نے خود وضاحت کردی کہ ولیمہ اس کھانے کو کہتے ہیں جو عقد نکاح کے نزدیک یا دخول کے وقت یا دونوں دِنوں میں نعمت پر شکر کے انداز پر تیار ہوتا ہے۔ ''نزدیک عقد نکاح'' کے الفاظ سے ظاہر ہوا ولیمہ عقد نکاح کے نزدیک ہوتا ہے اپنی وضاحت کو بھلا دینا اور اس صورت کو سنت قرار نہ دینا خود اپنے اوپر الزام عائد کرنا ہے۔ مذکور بالا عبارت سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ عقد نکاح کے قریب کھانا کھلانے سے ولیمہ کی سنت پوری ہو جاتی ہے۔

بیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے تیرھویں سوال کے جواب میں لکھا کہ چناں چہ ملا علی قاری نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں لکھا۔

من اصر علی امر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب دونه الشيطان من الاحتلال فكيف من اصر علی بدعة ومنكر۔ [1]

(جس شخص نے کسی مستحب امر پر اصرار کیا، اسے عزیمت قرار دے دیا اور رخصت پر عمل نہ کیا تو شیطان نے اسے گمراہی تک پہنچا دیا۔ تو اس شخص کا کیا حال ہوگا جو کسی بدعت اور بری بات پر اصرار کرتا ہو۔)

میں کہتا ہوں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول ان (علمائے ربانیین کے) قول کے مخالف ہے جن کا ارشاد ہے کہ عزیمت پر عمل کرنا اولی ہے جیسا کہ محقق علمائے کرام کی کتابوں میں مذکور ہے اور اسی پر اہل تقویٰ حضرات کا عمل ہے یعنی یہ

[illegible]

لوگ حتی الامکان عزیمت پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اور رخصت پر عمل کرنے سے اجتناب برتتے ہیں۔

لکل وجهة هو موليها فاستبقوا الخيرات۔ [1]

ترجمہ: ہر شخص کیلئے قبلہ ہے وہ اس کی طرف رخ کرتا ہے نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرو۔

علاوہ ازیں یہ دلیل فریق مخالف کے دعویٰ کے مطابق نہیں ہے۔ کیوں کہ مجیب کا دعویٰ تو یہ ہے کہ یہ امر یعنی وہ عورت جس کو نکاح کا پیغام دیا گیا ہو اسے علیحدہ مکان میں بٹھانا مباح افعال سے ہے۔ اور ایسے امور میں کام کا کرنا یا ترک کر دینا دونوں برابر ہیں۔ مجیب نے مباح کام کے بارے میں اصرار کو خواہ کرنے پر ہو یا چھوڑ دینے پر (دونوں) کو مکروہ قرار دیا ہے جب کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مستحب کام پر اصرار کا حکم بیان کیا ہے نہ کہ مباح کام پر اصرار کا۔ لہذا دعویٰ اور دلیل کے درمیان مطابقت نہ رہی۔

اکیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے کہا کہ رشتہ داروں میں امداد کے طور پر نیوتا (وہ رقم جو شادی کے موقع پر صاحب خانہ کو رسم کے طور پر دی جاتی ہے اسے پنجابی زبان میں نیندرا کہتے ہیں) دینا نیکی صلہ رحمی کے قبیل سے مباح ہے۔ [2]

میں کہتا ہوں کہ نیکی اور صلہ رحمی کرنا مستحب ہے بلکہ بعض مقامات پر جب کہ قریب کے رشتہ دار محتاج ہوں واجب ہو جاتا ہے۔

---

[1] البقرۃ آیت ۱۴۸ [2] مسائل اربعین خطی ورق ۸ ا

بائیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے چودھویں سوال کے جواب میں لکھا۔ شریعت محمدی میں ان امور (برات کی رخصتی کے وقت برادری کے لوگوں کا دولہا کو سلامی کے طور پر کچھ دینا دولہا کے گھر پہنچنے پر دلہن کو رونمائی کے انداز میں کچھ دینا) کی اصل پائی نہیں جاتی۔ [1]

میں کہتا ہوں یہ امور بھی نیکی اور صلہ رحمی کے قبیل سے ہیں۔ حدیث قدسی میں ارشاد باری ہے۔

من وصلک وصلته ومن قطعک قطعته۔ [2]

یعنی اللہ تعالیٰ نے رشتہ داری کے حق میں فرمایا جو تیرے تعلق کو جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو تیرے تعلق کو توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔

ان احسانات کی فضیلت اس حدیث سے معلوم کرنی چاہیے۔

تئیسواں رد

انیسویں سوال کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا عورتوں کے لئے سونا اور چاندی دونوں دھاتوں کا استعمال جائز ہے لیکن سہرہ میں اس کا استعمال کفار کی مشابہت کے باعث عورتوں کیلئے بھی مکروہ ہے۔ [3] اور سہرہ جو پھولوں سے تیار کرتے ہیں، بھی مشابہت کفار کے باعث جائز نہیں ہے۔ بلکہ پھولوں کے ہار جو دولہا اور دلہن کے سر پر نکاح کے وقت یا اس کے بعد باندھتے ہیں بھی بدعت ہے۔ [4]

---

[1] مسائل اربعین خطی ورق ۹ ا

[2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۹ قدیمی کتب خانہ کراچی

[3] مسائل اربعین خطی ورق ۱۱ ب

[4] مسائل اربعین خطی ورق ۱۱ ب

میں کہتا ہوں پھول، عطر اور خوشبو کی مختلف اقسام شریعت مبارکہ میں مسنون ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

حبب الی من دنیا کم ثلاث النساء والطیب وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔ [1]

ترجمہ: تمہاری دنیا کی چیزوں سے تین چیزیں مجھے محبوب ہیں۔
۱) عورتیں ۲) خوشبو ۳) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

یہ حدیث مبارکہ خوشبو کے محبوب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اس کے ثبوت میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ اور جو چیز شرع شریف میں ثابت ہو اسلام کے کسی مخالف فرقہ کے استعمال کرنے سے اس کا جواز ختم نہیں ہوسکتا۔ جس طرح بیت الخلاء سے باہر آنے کے بعد ہاتھوں کو مٹی میں دھونا سنت ہے۔ مشرک ہندوؤں کے استعمال کے باعث اس کا مسنون ہونا ختم نہیں ہوتا۔ لہذا پھولوں کے سہرہ کو بدعت کہنا مناسب نہیں ہے اسی طرح جب سونے اور چاندی کا زیور مستورات کیلئے جائز ہے تو سونے اور چاندی کا سہرہ بھی جائز ہوگا جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ نکاح کا پیغام دینے والے کے سر پر پھول باندھنا اور چھوٹی پگڑی (جسے صاحب مسائل اربعین نے مرآۃ الصفاء کے حوالہ سے بدعت لکھا ہے [2]) سر پر رکھنا بدعت ہے اس سے صاحب مراۃ الصفا کی مراد بدعت حسنہ ہے کیوں کہ ان اشیاء کی اصل حضرت شارع علیہ السلام سے پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

چوبیسواں رد

اسی سوال کے جواب میں بعد ازاں صاحب مسائل اربعین نے لکھا بعض علماء نے فرمایا کہ ہار دولہا اور دلہن کے سر پر باندھنا آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت ہے۔[۱]

میں کہتا ہوں کہ بعض علماء کا قول جو جمہور علماء کے مخالف ہو ساقط الاعتبار ہوتا ہے۔

پچیسواں رد

بیسویں سوال کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ نکاح کے اعلان کیلئے نقارہ بجانا حرام ہے۔[۲]

میں کہتا ہوں کہ نکاح میں طبل (ڈھول، نقارہ) بجانا جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے درمختار کی عبارت **الملا ھی**

ترجمہ: کھیل کود پر اُجرت درست نہیں۔

کے حاشیہ میں فرمایا **کالمزامیر والطبل وغیرهما ای طبل اللهو اما اذا کان بغیره کطبل الغزاة وطبل العروس فیجوز**۔[۳]

ترجمہ: (کھیل کود) جیسے مزامیر اور ڈھول بجانے وغیرہ پر اجرت نہیں یعنی لہو کیلئے بجنے والا ڈھول پر لیکن جب ڈھول اس کے علاوہ کسی اور غرض کیلئے ہو تو جائز ہے جیسے کہ غازیوں اور شادی کا ڈھول۔

---

[۱] مسائل اربعین خطی ورق ۱۱ب [۲] مسائل اربعین خطی ورق ۱۲ب

[۳] (ا) الطحطاوی علی الدر المختار جلد ۴ صفحہ ۲۹ المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ (اا) رد المحتار جلد ۹ صفحہ ۶۴، ۶۵ دار احیاء التراث العربی بیروت۔ نوٹ: رد المحتار کی عبارت یوں ہے۔ لاباس ان یکون لیلۃ العرس دف یضرب به

چھبیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ دہل (ڈھول) اور تاشہ طبل کے حکم میں ہیں۔[۱]

میں کہتا ہوں کہ طبل کا حکم تم کو درمختار کے شارح کی عبارت سے معلوم ہو چکا اب مجیب کے قول کے مطابق ڈھول اور تاشہ کا حکم بھی اس پر قیاس کر لو۔

ستائیسواں رد

اکیسویں سوال کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا نفسی نفسی کی آواز ہر چھوٹے بڑے سنیں گے۔[۲]

میں کہتا ہوں کہ حضور شفیع المذنبین امام الانبیا ﷺ (قیامت کے روز نفسی نفسی کی بجائے) امتی امتی ارشاد فرما رہے ہوں گے۔ لہذا مجیب کو چاہیے تھا کہ وہ اس کلمہ سے حضور اکرم ﷺ کا استثناء ذکر کرتے مطلقا اس طرح کہنا مناسب نہ تھا۔

اٹھائیسواں رد

چھبیسویں سوال کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا آلات لہو سے خالی گاگر پڑھنے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے[۳]

میں کہتا ہوں محقق علماء محدثین نے نکاح، عیدین، ختنہ یا مسافر کی آمد اور خوشی و مسرت کے دیگر مواقع پر درج ذیل احادیث مبارکہ کی دلیل سے دف بجانے اور گانے کو مباح لکھا ہے۔

عن الرُّبَيِّع بنت مُعَوِّذ بن عفراء قالت جاء النبی صلی اللہ

---

۱ مسائل اربعین خطی ورق ۱۱۳ ۲ مسائل اربعین خطی ورق ۱۱۳ ۳ مسائل اربعین خطی ورق ۱۱۹

علیہ وسلم فدخل حین بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی فجعلت جویریات لنا یضربن بالدف یندبن من قتل من آبائی یوم بدر اذقالت احداهن وفینا نبی یعلم ما فی غد فقال دعی هذه و قولی بالذی کنت تقولین رواه.البخاری مشکوه [1]

ترجمہ: حضرت ربیع بن معود بن عفراء رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ جب مجھے شوہر کے گھر بھیج دیا گیا تو نبی کریم ﷺ تشریف لائے وہ میرے بستر پر اس طرح تشریف فرما ہوئے جس طرح کہ تم میرے بستر پر بیٹھے ہو تو ہمارے خاندان کی بچیوں نے دف بجانا شروع کر دیا اور جنگ بدر میں میرے آبا میں جو افراد شہید ہوئے ان کے اوصاف بیان کرنے لگیں اچانک ان میں ایک لڑکی کہنے لگی کہ ہمارے اندر ایسے نبی تشریف فرما ہیں جو کل وقوع ہونے والی بات کو جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا اس بات کو چھوڑ اور باتیں جو تم کر رہی تھیں کرتی جاؤ۔

وعن عائشة قالت قال النبی ﷺ اعلنوا هذا النکاح واجعلوه فی المساجد واضربوه علیه الدفوف۔ مشکوٰۃ۔ [2]

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس نکاح کا اعلان کرو۔ اسے مسجدوں میں منعقد کیا کرو۔ اور اس پر دف بجایا کرو۔

وعن محمد بن حاطب الجمحی عن النبی ﷺ فصل مابین الحلال والحرام الصوت والدف فی النکاح۔ مشکوٰۃ [3]

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۱ قدیمی کتب خانہ کراچی [2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۲ قدیمی کتب خانہ کراچی

[3] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۲ قدیمی کتب خانہ کراچی

ترجمہ: حضرت محمد بن حاطب جمحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا حرام اور حلال کے مابین فرق آواز اور دف کا ہے۔

جب حضور اکرم ﷺ نے دف کے ساتھ گانا سماعت فرمایا ہے اسے حرام کہنا حد درجہ کی بے ادبی، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے۔

انتیسواں رد

اسی سوال کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ گانے پر اجرت لینا اور دینا حرام ہے۔[۱]

میں کہتا ہوں کہ گانا گانے پر شرط کے بغیر اجرت دینا جائز ہے۔ چناں چہ درمختار میں ہے۔

ولو بلا شرط جائز۔[۲]

ترجمہ: اگر شرط لگائے بغیر گانے کی اجرت لی تو جائز ہے۔

تیسواں رد

سوال نمبر 29 کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ (نقدی، غلہ، پکی ہوئی روٹی وغیرہ) ان چیزوں کا جنازہ کے ساتھ لے جانا جہالت کی رسم ہے۔ شرع شریف سے یہ ثابت نہیں۔[۳]

میں کہتا ہوں کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ان چیزوں کا (جنازہ کے ہمراہ) لے جانا جاہلیت کی رسم ہے۔ اس دعویٰ کیلئے معتبر کتاب سے حوالہ درکار ہے۔ ان چیزوں کا ساتھ لے جانا محتاجوں کو دینے کیلئے ہے۔ مردوں کے (ایصال ثواب کے) لئے

---

[۱] مسائل اربعین خطی ۱۹ ب [۲] الدر المختار مع شرح رد المختار جلد ۹ صفحہ ۶۴ دار احیاء الکتب العربیۃ بیروت ۔ نوٹ: درمختار مطبوعہ کی عبارت یوں ہے (ولو اخذ بلا شرط یباح) [۳] مسائل اربعین خطی ۲۰ ب

صدقہ کرنے کی فضیلت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

خود مجیب نے صدقہ کرنے کی فضیلت میں وارد احادیث شرح صدور سے نقل کی ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں لکھا۔ دنیا سے کوچ کرنے کے بعد سات روز تک میت کی جانب سے صدقہ دیا جائے۔ [۱]

اس سے معلوم ہوا کہ انتقال کے دن سے لے کر سات روز کے آخر تک میت کی جانب سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ پہلے، دوسرے اور تیسرے دن صدقہ سے منع کرنا مستحب کام سے منع کرنا ہے اور اپنے آپ کو ثواب عظیم سے جو مستحب امر کی ادائیگی کے باعث نقد حاصل ہو رہا ہو، محروم کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے حالاں کہ پہلے سوالوں کے جوابات میں خود اس آیت مبارکہ سے نیکی کے کاموں کے جواز پر استدلال کیا ہے۔

وافعلو الخیر لعلکم تفلحون۔ [۲]

ترجمہ: نیکی کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اکتیسواں رد

اسی سوال کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا وہ چیز جس کی نظیر شریعت کی اصل میں نہ پائی جائے اس کا کرنا یا تو مکروہ ہے یا حرام۔ [۳]

میں کہتا ہوں کہ مجیب پر انتہائی تعجب ہے کہ علم کے باوجود ایسی باتیں لکھتے ہیں جو آپس میں متضاد اور متناقض ہیں۔ علماء کے خلاف ایسے امور بیان کرتے ہیں جو

---

[۱] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۷۱۶، ۷۱۷ مطبع تیج کمار لکھنو [۲] الحج آیت نمبر ۷۷

[۳] مسائل اربعین خطی ورق ۲۰ ب

صحیح الفکر اور دقیق النظر اصحاب سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ چناں چہ اسی بیان میں انہوں نے ''وہ چیز جس کی اصل'' کی بجائے ''وہ چیز جس کی نظیر'' کہا۔ اسی طرح کی اور باتیں بھی انہوں نے کہی ہیں۔ مجیب کی آپس میں متناقض باتیں ہونے کی وضاحت یہ ہے کہ ایک کلی امر کا اثبات کرتے ہیں اور اس کے جزئیات سے انکار کرتے ہیں۔ (جب کہ اصول یہ ہے کہ جب کسی کلی امر کا اثبات ہو جائے تو اس کے جزئیات کا اثبات خود بخود ثابت ہو جاتا ہے) اس کی مثال یہ ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ میت کو ثواب پہنچانے کی نیت سے صدقہ کرنا جائز اور مستحب ہے اور اس کی خصوصی صورتوں سے منع کرتے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص یہ کہے کہ بھیڑ بکری حلال ہے اور سفید اور سیاہ بھیڑ بکری حرام ہیں (مجھے اپنے دوست کی) اس سمجھ پر فخر ہے۔ (ایسی ہی صورت حال کیلئے) کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

گر ہمیں مکتب است وملا کار طفلاں خراب خواہد شد

ترجمہ: اگر یہی مدرسہ اور استاد ہے تو طالب علموں کا معاملہ برباد ہو جائے گا۔

بتیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے اسی سوال کے جواب میں لکھا کہ مستحب یہ ہے کہ دکھاوے اور وقت اور دن کی تعین کے بغیر صدقہ دیا جائے ورنہ بدعت ہوگا۔[۱]

میں کہتا ہوں کہ جس چیز کی خوبی حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے اس کیلئے وقت اور دن کی تعین سے اس کی خوبی ختم نہیں ہوتی۔ چناں چہ درمختار میں لکھا۔

المصافحة حسنة ولو بعد العصر والفجر۔ [1]

ترجمہ: مصافحہ کرنا مستحب ہے اگرچہ عصر اور فجر کے بعد ہو۔

تینتیسواں رد

سوال نمبر ۳۲ کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا ہے کہ تعزیت کرنے کے وقت دُعا کے موقع پر دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھانا بظاہر جائز ہے۔ کیوں کہ حدیث شریف میں دُعا کے موقع پر مطلقاً ہاتھ اُٹھانا وارد ہے لہذا اس وقت بھی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ تعزیت کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تخصیص حدیث میں وارد نہیں۔ [2]

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجیب نے اس موقع پر کلی حکم کو اس کے جزئیات پر جاری کر کے جواز کا قول کیا ہے۔ لہذا مجیب پر لازم تھا کہ اس قاعدہ کے مطابق اس کی دیگر جزئیات پر بھی یہی حکم جاری کر کے اس کے جواز کا قول کرتا۔ مثلاً میت کے مالی اور بدنی عبادت کے ایصالِ ثواب کیلئے ہاتھ اٹھانا جو کہ مروج ہے۔ فاتحہ اور خطبوں کے درمیان دُعا کیلئے ہاتھ اٹھانا جو کہ معمول ہے وغیرہ۔ ورنہ تناقض لازم آئے گا۔ جیسا کہ انصاف پسند لوگوں پر مخفی نہیں ہے۔

چونتیسواں رد

اسی سوال کے جواب کے آخر میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا ہے تعزیت کے وقت دُعا کے موقع پر ہاتھ اٹھانے کی تخصیص حدیث میں وارد نہیں ہے۔ [3]

اس آخری جملہ کا جواب یہ ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام پر ہر جزئیہ کو

---

[1] الدرالمختار مع ردالمختار جلد ۹ صفحہ ۶۳۴ داراحیاء التراث العربی۔ نوٹ: درمختار مطبوعہ کی عبارت یوں ہے

(كالمصافحة اى كما تجوز المصافحة لانها سنة قديمة... واطلاق المصنف تبعا للدر

بیان کرنا ضروری نہیں ہے ہاں کلی حکم کا بیان لازم ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

کل مسکر حرام۔ [1]

ترجمہ: ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔

اس حدیث میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ جہاں کہیں نشہ کی علت موجود ہوگی اس پر حرمت کا حکم جاری ہوگا۔ **فاعتبروا یااولی الابصار** ۔یہ اس مدعا پر قطعی نص ہے۔

پینتیسواں رد

سوال نمبر ۳۴ کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ تیجے کے دن دریاں بچھانا، خیمے لگانا، خوشبوئیں تقسیم کرنا اور اس طرح کے تکلفات جو موجودہ دور کے لوگ کرتے ہیں سب بدعت سیئہ اور ناجائز ہیں۔ [2]

میں کہتا ہوں کہ مجیب کا دعویٰ بے دلیل ہے۔ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اگر کوئی آدمی قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں، کلمہ طیبہ پڑھنے والوں کی عزت وتوقیر کیلئے دریاں وغیرہ بچھائے تو مستحسن ہوگا تاکہ وہ پاک دریوں پر بیٹھ کر قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور قبولیت کا باعث ہو۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے پاس وسیع جگہ نہ ہو وہ مذکورہ بالا لوگوں کیلئے خیمے لگا لے اس میں کیا حرج ہے۔ خوشبو تقسیم کرنا اور عطر استعمال کرنا خود مسنون ہے۔ خوشبو کو رد کرنا اور اس کو استعمال نہ کرنا ممنوع ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

ثلاثا لاترد الطیب واللبن والوسادة۔ [3]

---

[1] جامع صغیر مع فیض القدیر جلد ۲ صفحہ ۳۰ دار المعرفۃ بیروت [2] مسائل اربعین خطی ورق ۲۲ ب

[3] الفتح الکبیر جلد ۱ صفحہ ۵۲۳ دار ارقم بیروت

ترجمہ: تین چیزوں کورد نہیں کیا جاتا۔خوشبو، دودھ اور تکیہ۔

چھتیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے سوال نمبر ۳۴ کے جواب میں لکھا کہ تیجہ کے دن اجتماع کرنا، صالحین اور قاری حضرات کے اس مجمع میں قرآن مجید یا ایک پارہ یا ایک سورت کے ختم کیلئے کچھ پڑھنا مکروہ ہے چناں چہ نصاب الاحتساب میں ہے۔

ان ختم القرآن جهرا ويسمى بالفارسية سيپاره خواندن مكروه۔

یعنی جماعت کے ساتھ بآواز بلند قرآن مجید کا ختم جس کو سیپارہ پڑھنا کہتے ہیں مکروہ ہے۔[1]

میں کہتا ہوں کہ مجیب کا دعویٰ دلیل کے مطابق نہیں ہے۔ اس لئے کہ نصاب الاحتساب میں تیسرے دن کے ختم کا ذکر ہی نہیں اور مجیب کے دعوے کا جزو اعظم یہی ہے۔ مزید یہ کہ صاحب نصاب الاحتساب نے قرآن مجید کو بآواز بلند جماعت کے ساتھ پڑھنے کو مکروہ فرمایا ہے۔ اس لئے کہ اس طرح سے قرآن مجید کے پڑھنے سے اس کا سننا فوت ہوگا اور قرآن مجید کا سننا واجب ہے۔

اس کی دلیل یہ نص قرآنی ہے:

واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون۔

ترجمہ: اور جب پڑھا جائے قرآن مجید تو کان لگا کر سنو اسے اور چپ ہو جاؤ تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔

لہذا انہوں نے واجب کے ترک کیلئے مکروہ ہونے کا حکم لگایا ہے اور جس صورت میں قرآن مجید کی تلاوت بآواز بلند نہیں ہوگی کراہت کا حکم بھی نہیں رہے گا۔ تیجے کے دن اجتماع کا مکروہ ہونا اس روایت سے کسی طرح سے بھی سمجھ میں نہیں آتا۔

اب مجیب کی خدمت میں میں عرض کرتا ہوں کہ تیجے کے دن لوگ دو مقاصد کیلئے جمع ہوتے ہیں۔

۱) میت کے گھر والوں سے اظہارِ افسوس

۲) قرآن کریم اور کلمہ طیبہ پڑھنا نیز میت کو ان کا ثواب پہنچانا۔

تعزیت کرنا خود مسنون ہے اور آپ نے بھی اس کے جواز کا حکم دیا ہے۔ قرآن کریم اور کلمہ طیبہ پڑھنا اور میت کو اس کا ثواب پہنچانا بھی حدیث پاک سے ثابت ہے لہذا ان دو نیک کاموں سے کون سا مکروہ ہوا وضاحت کیجئے تاکہ اس کا جواب دیا جائے۔

تیجے، دسویں، بیسویں اور چالیسویں کی تعین کی غرض مالی اور بدنی ثواب کو پہنچانا ہوتا ہے اور اس کے جواز پر اہل سنت و جماعت کے درمیان اتفاق ہے۔ معتزلہ کا اس کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ ہدایہ کے حاشیہ میں ہے۔

ومما یدل علی هذا ان المسلمین یجتمعون فی کل عصرو زمان ویقرء ون القرآن ویهدون ثوابه لموتاهم وعلی هذا اهل الصلاح والدیانة من کل مذهب من المالکیة والشافعیة وغیرهم ولا ینکر ذلک منکر فکان اجماعا عند اهل السنة والجماعة خلافاً

ترجمہ: اور جو چیز اس (اتفاق) پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر زمانہ اور
دور میں مسلمان جمع ہوتے رہے قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہے اور اپنے فوت
شدہ لوگوں کو اس کا ثواب بطور ہدیہ پیش کرتے رہے۔ مالکی، شافعی اور ان کے علاوہ ہر
مذہب سے اہل دیانت وصلاح اسی طریقہ پر کاربند رہے۔ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا
ثابت ہوا کہ یہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک اجماعی مسئلہ ہے۔ معتزلہ کا اس
بارے میں اختلاف ہے۔

لہٰذا جبکہ کسی چھوٹے بڑے کے انکار کے بغیر اہل سنت وجماعت کا کسی
معاملے پر اجماع ہوگیا تو اس کا انکار کرنا اور جمہور امت کے خلاف باتیں لکھنا انسان کو
کہاں پہنچا دے گا۔ اور عقلمندوں میں سے کون شخص اس کو قبول کرے گا۔ ہاں عوام
کالانعام جو کہ فربہ اور لاغر کے درمیان فرق نہیں کر سکتے کو اپنے طریقے سے ہٹا دے
گا۔ اور کل جدید لذیذ (ہر نئی بات پر لذت ہوتی ہے) کے باعث ان پر اہل سنت
وجماعت کے مخالف راستے کو کھول دے گا۔ اور نبی کریم ﷺ کے لازم الیقین درج
ذیل ارشاد کے مطابق اپنے جاہل مقلدوں کے بوجھ کو اٹھانے والا ہو جائے گا۔

من سن فی الاسلام سنة سیئة فله وزرها ووزر من عمل بها۔[1]

ترجمہ: جس کسی نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اُس پر اس کا بوجھ نیز اس
پر عمل کرنے والوں کا بوجھ بھی ہوگا۔

---

[1] مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۰ المکتب الاسلامی

بوقتِ صبح شود ہم چو روز معلومت

کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور

ترجمہ: صبح کے وقت تجھ کو روز روشن کی طرح معلوم ہو جائے کہ تاریک رات میں تو نے کس کے ساتھ عشق بازی کی تھی۔

زمین اور آسمان کے ایجاد فرمانے والے اے میرے اللہ! تو اپنے بندوں کے باہمی امور میں فیصلہ فرمائے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہوں گے۔

ہاں نیکیوں سے روکنے اور اچھے کاموں سے منع کرنے کا نتیجہ مذکورہ بالا امور ہی ہوں تو تعجب نہیں ہے اور اگر کوئی شخص دو معاملات کے جمع کرنے کو منع کرتا ہے تو سن لیجئے یہاں تو دو مستحب کاموں کو اکٹھا کرنا ہے۔ تو یہ جمع کرنا بطریق اولیٰ مستحب ہوگا اور نور علی نور بن جائیگا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

گر نبیند بروز شپرہ چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

ترجمہ: اگر دن کو چگادڑ کی آنکھ کو کچھ نظر نہ آئے تو سورج کے چشمے کا کیا قصور ہے۔

سکندر را نمی بخشند آبے

بزور و زر میسر نیست ایں کار

ترجمہ: آب حیات سکندر کو عطا نہیں کرتے کیونکہ طاقت اور دولت سے یہ بات میسر نہیں آتی۔

سینتیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ تیجے، دسویں وغیرہ دنوں کا مقرر کرنا ان میں کھانا پکانا (برائے دعوت) اور دعوت کرنا مکروہ ہے۔ [۱]

میں کہتا ہوں ہرگز ہرگز ایسی دعوت مکروہ نہیں ہے بلکہ اس کا قبول کرنا سنت ہے۔ سنت ہونے کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جو مشکوٰۃ شریف میں حضرت عاصم بن کلیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام میں سے ایک کے دفن کیلئے تشریف فرما تھے جب وہاں سے واپس تشریف لائے تو انتقال فرمانے والے صحابی کی اہلیہ نے آدمی بھیجا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساتھیوں سمیت دعوت کی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے قبول فرمایا اور صحابہ کرام سمیت اُس عورت کے گھر رونق افروز ہوئے۔ وہ میت کے انتقال کا پہلا دن تھا۔ [۲] اگر (یہ دعوت) مکروہ ہوتی تو آپ ﷺ قبول نہ فرماتے۔

مجیب کی عادت ہے کہ سنت پہ کراہت کا اطلاق کرتا ہے اور کراہت کے بارے میں جتنی فقہی روایات اس نے تحریر کی ہیں وہ خاص اقسام کی دعوت پر محمول ہیں اور اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

۱) لوگ خود بخود میت کے گھر جمع ہو جائیں۔ اہل میت شرم کے باعث کچھ نہ کہہ سکیں ان کو کھانا کھلائیں لیکن دل سے راضی نہ ہوں۔

۲) میت کے ورثاء میں سے بعض نابالغ ہوں یا موجود نہ ہوں۔

---

[۱] مسائل اربعین خطی ورق ۲۲ب ۱۲۳ [۲] مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۴۴ قدیمی کتب خانہ کراچی

نوٹ: حدیث پاک میں ہے کہ صحابہ نے اس عورت کے ہاں کھانا تناول فرمایا اور آپ لقمہ منہ میں گھماتے رہے

۳) کھانا معین شخص کی ملکیت سے نہ ہو۔

۴) میت کا مال ابھی ورثاء میں تقسیم نہ ہوا ہو (اور مشترکہ مال سے دعوت کی جائے)۔

ان تمام صورتوں میں یہ کھانا کراہت سے خالی نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اگر زیادہ وضاحت درکار ہو تو مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کیجئے۔ قاضی خان علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے فتوئی میں فرمایا۔

وان اتخذ طعاما للفقراء کان حسنا۔

ترجمہ: اگر فقراء کیلئے کھانا تیار کیا جائے تو مستحسن ہے۔

مجیب نے بھی اِس روایت کو فتوی بزازیہ میں سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے ان تناقضات کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

اڑتیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ کچھ پڑھنا اور کھانا کھانے سے پہلے فاتحہ کیلئے مروجہ انداز سے کھانے پر ہاتھ اٹھانا علمائے سلف سے منقول نہیں ہے۔ [۱]

میں کہتا ہوں کھانے پر ہاتھ اٹھانے سے مقصود میت کی بخشش کیلئے دُعا کرنا اور کھانے کا ثواب پہنچانا ہوتا ہے۔ ہاتھ اٹھانا دُعا کے شرائط سے ہے جیسا کہ حصن حصین [۲] میں درج ہے۔

اور مجیب نے سوال نمبر ۳۲ کے جواب میں اِس بات کا اقرار بھی کیا ہے اور ماضی وحال کے صلحاء وعلماء کا اس پر عمل ہے۔ لہذا خلف وسلف سے اس کا منقول ہونا ثابت ہوا اور نفی باطل ٹھہری۔

نوٹ: لفظ تناول سے پہلے لفظ قبل کاتب سے رہ گیا ہوگا اور اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے تو عبارت کا معنی درست نہیں بنتا۔ [1]

انتالیسواں رد

سوال نمبر ۳۵ کے جواب میں صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ (کسی مسئلہ میں) اختلاف صلحاء کی صورت میں احتیاط پر عمل کرنا چاہیے۔ [2]

میں کہتا ہوں دورِ حاضر میں احتیاط یہ ہے کہ فتویٰ کے مطابق عمل کیا جائے۔ اور درمختار میں اسی قول (قبر کے پاس صفاء کرام کو بٹھا کر قرآن کریم پڑھانے کے جواز) پر فتوی دیا گیا ہے۔ [3] لہذا عمل اسی قول پر کرنا چاہیے کیونکہ علمائے احناف کے نزدیک یہ ایک معتبر کتاب ہے۔

چالیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے سوال نمبر ۳۶ کے جواب میں لکھا عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ [3]

میں کہتا ہوں لفظ عرس کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے۔ (۱) قرآن کریم کی تلاوت کرنا، کلمہ طیبہ پڑھنا اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو ہدیہ کرنا، کھانا اور مٹھائی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے تیار کرنا اور ان کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا یہ علماء وصلحا کا

---

[1] مصنف رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر نسخہ کی کیفیت مصنف علیہ الرحمۃ نے بیان فرمادی۔ فقیر مترجم عفی عنہ کے سامنے خطی نسخہ میں لفظ تناول سے پہلے ''پیش'' موجود ہے۔ [2] مسائل اربعین خطی ورق ۲۴ ا

[3] مسائل اربعین خطی ورق ۲۴ ب (درمختار جلد ۳ صفحہ ۱۴۵ کی عبارت یوں ہے۔ لایکرہ اجلاس القارئین عندالقبر وھو المختار)

معمول ہے۔اس سے مقصود مالی اور بدنی عبادت کا ایصال ثواب ہے جس پر اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے اور اس کے محمود ہونے میں کوئی شک نہیں ہم نے پہلے اس کے محمود ہونے کی وضاحت کردی ہے۔ مجیب بھی اس کے قائل ہیں لیکن وہ دن کے مقرر کرنے کا انکار کرتے ہیں اور ان کا انکار مبنی پر تعصب ہے ورنہ اکثر امور کیلئے دن کی تعین حضرت شارع علیہ السلام سے مروی ہے۔

عن محمد ابن نعمان یرفع الحدیث الی النبی ﷺ قال من زار قبر ابویه اواحدهما فی کل جمعة غفرله و کتب برّا رواه البیهقی فی شعب الایمان۔ [1]

ترجمہ: حضرت محمد بن نعمان سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک مرفوع حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا جس نے ہر جمعہ کو والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اسے بخش دیا جاتا ہے اور اسے (والدین کے ساتھ) نیک سلوک کرنے والا لکھ دیا جاتا ہے۔

وعن ام سلمة قالت کان رسول الله ﷺ یصوم یوم السبت ویوم الاحد اکثر مایصوم من الایام ویقول انهما یوما عید للمشر کین فانا اُحب ان أخالفهم رواه احمد۔ [2]

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دنوں میں سے اکثر ہفتہ اور اتوار کا روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں مشرکین کی عید کے دن ہیں۔ میں پسند کرتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۴۵ قدیمی کتب خانہ کراچی [2] مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۸۰ قدیمی کتب خانہ کراچی

وعن حفصة قالت اربع لم تكن يدعهن النبی ﷺ صیام عاشوراء والعشر وثلثة ایام من کل شهر ورکعتان قبل الفجر رواه النسائی۔ [1]

ترجمہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ چار چیزیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ترک نہیں فرمایا کرتے تھے۔

۱) عاشورہ کا روزہ

۲) ذی الحجہ کے دس (مراد ان سے نو روزے ہیں۔ اور دسویں دن قربانی کے گوشت سے کھانے کی ابتداء ہے)

۳) ہر مہینے سے تین دن کے روزے

۴) فجر کے فرضوں سے پہلے دو رکعت

وعن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی ﷺ کان یصوم یوم الاثنین والخمیس۔ [2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پیر اور جمعرات کے دن روزہ رکھا کرتے تھے

وفی روایة قال سئل رسول الله ﷺ عن صوم یوم الاثنین فقال فیه ولدت وفیه انزل علی۔ رواه مسلم [3]

ترجمہ: ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر نزول وحی کا آغاز ہوا۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ پیر کے دن کی فضیلت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۸۰ قدیمی کتب خانہ کراچی [2] مشکوۃ المصابیح صفحہ ۱۸۰ قدیمی کتب خانہ کراچی

[3] صحیح مسلم جلد ۵ صفحہ ۳۱۱۷ دار الفکر بیروت

کی ولادت کے سبب اور قرآن مجید کے بابرکت نزول کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

اور اسی طرح مذکورہ بالا احادیث میں ایام مذکورہ کی تخصیص ان دنوں میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات کی بدولت حاصل ہوئی جو ان کے علاوہ اور کسی دنوں میں وقوع پذیر نہیں ہوئے۔ اور زیر نظر مسئلہ میں بھی الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ ترجمہ: موت ایک پل ہے جو محبّ کو محبوب سے ملا دیتا ہے) کے تقاضے کے مطابق جس روز بزرگانِ دین میں سے کسی کا دار فانی سے جاودانی دنیا کی طرف انتقال ہوتا ہے درحقیقت دل وجان کے محبوب کے ساتھ وصل نصیب ہوتا ہے کہ تمام عمر اس کی تمنا میں بیت گئی ہوتی ہے۔ اسی راز کی بنا پر لوگ اُس دن کو روز عرس کہتے ہیں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من شوم عریاں زتن او از خیال

تا خرام در نہایات الوصال

ترجمہ: میں جسم سے اور وہ خیال سے الگ ہو جائے تا کہ وصل کی انتہاؤں میں میں خرام ناز کروں۔

اور نزع کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللھم الرفیق الاعلی۔ (ترجمہ: اے اللہ میں رفیق اعلیٰ کا طلبگار ہوں) لازم الیقین ارشاد مبارک اس دعوے پر صریح نص ہے۔ اور اس حدیث پاک سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ نعمت کے حصول کے دن اس کے حصول کے باعث اللہ رب العزت کا شکر بجالانا عبادت اور سنت ہے کہ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیر کے دن کو روزے کیلئے مخصوص فرمایا جو کہ عبادت ہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی سورۃ بقرہ کو سیکھنے کی نعمت کے حاصل ہونے کے بعد اس دن کو اپنے دوستوں کو کھانا کھلانے کیلئے خاص فرمالیا۔ جس

طرح کہ ہم نے سابقہ جوابات میں واضح کردیا ہے۔ اور مجیب بھی اس کا معترف ہے۔ لہذا وصال کے دن کو مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیھم اجمعین کھانا کھلاتے قرآن مجید کی تلاوت کرتے کلمہ طیبہ پڑھتے اور مذکورہ بالا مالی اور بدنی عبادات کے ثواب وصال فرمانے والے کسی بزرگ کی روح کو بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں۔

مشائخ کرام، جو علم و معرفت کے جامع ہوں اور ان کا قدم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں پر ہو، کا قول و فعل اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کا پسندیدہ اور مرغوب ہے بلکہ یہ لوگ تو خلفائے راشدین میں داخل ہیں کیونکہ حدیث مبارکہ:

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین الهادین المهدیین [1]

میں الخلفائے الراشدین میں جمع کے صیغہ پر الف لام استغراق کا فائدہ دیتا ہے جس طرح کہ اصول فقہ میں یہ بات پختہ طور پر ثابت ہے۔

لہذا ان کی سنت خلفائے راشدین کی سنت ہوگی اور خلفائے راشدین کی سنت کا انکار کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ قبلۃ الاخیار اور سید الابرار ہیں کے قول مبارک سے اعراض کرنا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم مبارک سے روگردانی کرنا گویا کہ اللہ رب العزت کے حکم سے روگردانی کرنا ہے۔

من یطع الرسول فقد اطاع الله [2]

(جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے) اس دعویٰ پر نص قطعی ہے اور

وما اٰتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا [3]

(اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو تمہیں عطا کریں وہ لے لو اور جس سے تمہیں منع کریں اُس سے رک جاؤ)

---

۲ النساء آیت نمبر ۸۰ ۳ الحشر آیت نمبر ۷

اس مدعا پر عادل گواہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عرس میں مطلقا دعوت دینا بالاتفاق سنت ہے اور دن کو مخصوص کرلینا خلفائے راشدین کی سنت ہے جو کہ بعینہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ عقلمند اور منصف مزاج کیلئے اشارہ کافی ہوتا ہے اور متعصب کو وضاحت بھی فائدہ نہیں دیتی۔ **وان یروا کل ایة لا یؤمنوا بھا حتی اذا جاء وک یجادلونک یقول الذین کفروا ان ھذا الا اساطیر الاولین۔** [1]

ترجمہ: اور اگر وہ ساری نشانیاں دیکھ لیں تو اُس پر ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ جب وہ آپ کے پاس آئیں گے آپ سے جھگڑا کریں گے۔ کافر لوگ کہیں گے یہ تو پہلی سی افسانوی کہانیاں ہیں۔

۲) بدعتی امور پر عرس کے نام کا اطلاق عوام کالانعام کی خود ساختہ چیز ہے اور اس کو کسی نے بھی جائز نہیں کہا ہے اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی عرس کو ناجائز لکھا ہے۔ نہ کہ پہلی قسم کو جس طرح کہ مجیب نے سمجھا ہے۔

اکتالیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا ہے وہ کھانا جو میت کے بعد تیار کرتے ہیں اور اسے حصہ حصہ کر کے گھر گھر پہنچاتے ہیں اس کو بھاجی کہتے ہیں اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے اُس کھانا (پکانے اور تقسیم کرنے) میں ثواب کی توقع نہیں ہے۔ [2]

میں کہتا ہوں کہ اپنے دوستوں رشتہ داروں اور دوستوں کے دوستوں کے گھروں میں کھانا بھیجنا خود ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

وعن عائشة رضی اللہ عنھا قالت ماغرت علی احد من نساء النبی ﷺ ما غرت علی خدیجة وما رأیتھا ولکن کان یکثر ذکرھا

وربما ذبح الشاة ثم يقطعها اعضاء ثم يبعثها فی صدائق خدیجة فربما قلت له کان لم تکن فی الدنیا امراة الا خدیجة فیقول انها کانت وکانت وکان لی منها ولد منفق علیه۔[1] مشکوٰۃ شریف

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عورتوں میں سے کسی عورت پر مجھے اتنی غیرت نہیں تھی جتنی کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر تھی۔ حالانکہ میں نے آپ کو دیکھا بھی نہ تھا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کثرت کے ساتھ ان کا ذکر فرماتے تھے۔ اکثر آپ بکری ذبح فرماتے پھر اُس کے اعضاء جدا جدا کرتے پھر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کی طرف بھیج دیتے۔ میں اکثر آپ سے کہتی کہ کیا دنیا میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی عورت نہیں ہے؟ آپ فرماتے وہ تھی تھی اور اسی سے میری اولاد ہے۔

چناں چہ اس حدیث پاک سے (اس عمل کا مسنون ہونا) ظاہر اور عیاں طور پر ثابت ہے اور سنت کے ادا کرنے میں عظیم ثواب مرتب ہوتا ہے۔ اس عمل پر ثواب کی امید نہ رکھنا اہل سنت و جماعت کا مذہب نہیں ہے۔

وعن بلال ابن الحارث المزنی قال قال رسول اللہ ﷺ من احیی سنة من سنتی قد امیتت بعدی فان له من الأجر مثل اجور من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیء. الخ[2] مشکوٰۃ شریف

ترجمہ: یعنی جو شخص میری سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے جو میرے بعد مر چکی ہو (متروک العمل ہو چکی ہو) پس یقیناً اس شخص کیلئے ان لوگوں کے ثوابوں کے برابر ثواب ہے جو اس سنت پر عمل کریں گے اور ان عمل پیرا ہونے والے لوگوں

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۷۳ قدیمی کتب خانہ کراچی [2] مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۰ قدیمی کتب خانہ کراچی

کے ثوابوں سے کچھ بھی کم نہیں کیا جائے گا یعنی عمل کرنے والوں کو پورا اور کامل ثواب ہوگا اور سنت کو زندہ کرنے والے اس شخص کو ان لوگوں کے اجروں کے برابر ثواب ملے گا۔

برشکر غلطید اے صفرائیاں   از برای کوری سودائیاں

ترجمہ: اے صفرا مزاج والو صفراء مزاج والے لوگوں کے اندھے پن کی وجہ سے شکر پر لوٹ پوٹ ہو جاؤ۔

بیالیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مردہ کی روح بعض راتوں میں جیسا کہ جمعہ کی رات، شب برات اور نو ذی الحج کی رات کو اپنے گھر میں آتی ہے۔ ایسی روایتیں صحاح ستہ کی کتابوں میں نہیں ہیں اور جب تک حدیثیں متصل اسناد والی، مرفوع اور صحیح نہ ہوں اعتماد کے درجہ سے ساقط ہیں۔[1]

میں کہتا ہوں صاحب مسائل اربعین کا مذکورہ قول دو وجوہ کی بنا پر سقیم ہے۔

(۱) صحیح احادیث صحاح ستہ کی کتابوں میں منحصر نہیں ہے بلکہ ان کتابوں کے علاوہ دیگر کتابوں میں بھی صحیح احادیث موجود ہیں اور تمام علماء نے ان کو بغیر انکار کے قبول فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ شریف اور حصن حصین کے مصنفین نے صحاح ستہ کے علاوہ بہت سی روایات نقل کی ہیں۔ مسند امام اعظم، مسند شافعی، مسند امام احمد، مؤطا امام محمد، ان آئمہ کے آثار اور مؤطاء امام مالک بعض علماء کے نزدیک صحاح ستہ کی کتب سے برتر ہیں۔ ائمہ کرام میں سے ہر امام کا مقلد اپنے امام کی مسند کو صحاح ستہ سے زیادہ صحیح جانتا ہے۔

---

[1] مسائل اربعین خطی ورق ۲۵ الف

(۲) حنفی مذہب کے عالم کو اپنے امام کے قول کے مخالف نہیں لکھنا چاہیے۔ مجیب (مصنف مسائل اربعین) کا قول جب تک متصل اسناد والی مرفوع اور صحیح حدیثوں سے نہ ہو درجۂ اعتبار سے ساقط اور امام اعظم امام ابوحنیفہ اور سنت کی پیروی میں تمام آئمہ سے آگے ہیں۔ آپ مرسل احادیث کو مسند احادیث کی مانند پیروی کے لائق جانتے ہیں اور اپنے قیاس سے مقدم رکھتے ہیں اسی طرح کسی صحابی کے ارشاد کو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ کے شرف کے باعث اپنی رائے سے مقدم رکھتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ مشکوٰۃ (اشعۃ اللمعات) میں لکھا ہے۔

''مرسل حدیث امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً قبول ہے ان کا کہنا ہے کہ راوی کا ارسال کرنا اعتماد کی پختگی کے کمال کے باعث ہے۔ کیونکہ گفتگو ثقہ راوی کے ارسال کے بارے میں ہے اگر اس کے نزدیک صحیح نہ ہوتی وہ ارسال نہ کرتا اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر ایسی مرسل حدیث کسی دوسری وجہ سے تائید پائے تو مقبول ہے۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے دو قول منقول ہیں۔ ایک قول کے مطابق مقبول ہے اور دوسرے قول کی رو سے توقف کا حکم ہے۔[1]

افسوس ہزار افسوس! جب ایسے لوگوں کے مقتداء کا مذہب اربعہ کے آئمہ کرام کے قول کے مخالف ہوگا تو اس کی پیروی کرنے والے کسی مذہب کے پابند کب

---

[1] اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۳ مطبوعہ تیج کمار لکھنو

ہوں گے کیوں نہ وہ بے باک ہوں گے۔

وائے نہ یکبار کہ صد بار وائے

ترجمہ: افسوس ایک بار نہیں بلکہ سو بار افسوس ہے۔

تینتالیسواں رد

مسائل اربعین کے مصنف نے لکھا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی غرابت کو بیان کیا ہے۔ [۱]

میں کہتا ہوں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے کہ: بعض روایات میں آیا ہے کہ مردے کی روح جمعہ کی رات کو اپنے گھر میں آتی ہے اور دیکھتی ہے کہ اہل خانہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں۔ [۲]

چوالیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے سوال نمبر ۳۷ کے جواب میں لکھا قبر کو پختہ بنانا چاردیواری گنبد اور قبر کے نزدیک چبوترہ تعمیر کرنا جائز نہیں ہے۔ [۳]

میں کہتا ہوں قبر کو اوپر سے پختہ بنانا بغیر کراہت کے جائز ہے۔ جیسا کہ درمختار اور اُس کی شرح میں ہے۔

اما لو کان فوقه ای من فوق اللبن فلا یکره ذالک ابن مالک لانه یکون عصمة من السبع وصیانة عن النبش۔ [۴]

ترجمہ: اگر پختہ اینٹیں کچی اینٹوں کے اوپر ہوں تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ کیوں

---

[۱] مسائل اربعین خطی ورق ۳۵ الف [۲] اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۷۱۷ مطبوعہ تیج کمار لکھنو

[۳] مسائل اربعین خطی ورق ۲۵ الف [۴] الدر المختار سے حاشیہ رد المختار ج ۳ ص ۱۳۲ دار احیاء التراث العربی

نوٹ: شرح سے مراد طوالع الانوار ہے جو شاید ابھی تک طبع نہیں ہوئی۔ اور قلمی نسخہ دستیاب نہیں۔ مترجم بیروت۔

کہ اس صورت میں درندے سے میت کی حفاظت اور کھودنے سے بچاؤ ہوگا۔

گنبد کی تعمیر کے بارے میں جواز کا فتوی صاحب درمختار نے بھی دیا ہے۔

درمختار کی شرح طوالع الانوار میں لکھتے ہیں:

لا یرفع علیه بناءً وقیل لاباس به ای بالتطیین والنباء واما الاول فلما فی الخلاصةولا بأس بالتطیین اما الثانی فلما نقل فی عن الفتوی الکبری مانصه والیوم اعتادوا التسنیم باللبن صیانة للقبر عن النبش ورأوا ذالک حسنا قال علیه السلام مارآه المسلمون حسناً فهو عندالله حسن وان خیف مع التسنیم ورش الماء علیه فلاباس بحجر یوضع اواجر والاجر لایکره علی الظاهر وفی الغیالیة وعلیه الفتوی وقد اعتاد اهل مصر وضع الاحجار للقبر تحرزاً عن الا ندراس والنبش وفی الظهیریة لووضع علیه شیئا من الاحجار و کتب علیه شیئا فلا باس به عند الیعض لانه لما دفن عثمان بن مظعون امر النبی علیه السلام رجلا ان یاتیه بحجرة فلم یستطع حملها فقام الیها علیه السلام وحسر عن وراعیه ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال اعلم بها قبر أخی واقبر الیه من مات من أهلی رواه ابو داؤد.

وفی الحیة اذا خربت القبور فلا باس بتطیینها لماروی ان النبی علیه السلام مربقبر ابنه ابراهیم فرای فیه حجراً سقط منه فشده وقال من عمل عملاً فلیتقته وهو المختار کما فی کراهة السراجیة وفی جنائزها ولا باس بالکتابة ان احتیج الیها حتی لا یذهب الاثر ولا

یمتهن القبر. [1]

ترجمہ: اس (قبر) پر عمارت نہ کھڑی کی جائے بعض علماء نے فرمایا کہ اس (یعنی قبر) کی لپائی کرنے اور اس پر عمارت بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امر اول (قبر پر لپائی کرنا) جیسا کہ خلاصہ میں ہے قبر کی لپائی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ دوسری بات (اس پر عمارت بنانا) اس کی دلیل یہ ہے کہ الامداد میں فتوی کبریٰ سے یوں منقول ہے موجودہ دور میں لوگ قبر کو اکھڑنے سے بچانے کیلئے اینٹوں کے ساتھ اسے کوہان کی شکل بنانے کے عادی ہیں۔ اور اسے مستحسن خیال کرتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

ماراه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن ۔

ترجمہ: مسلمان جسے اچھا خیال کریں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھا ہے

اور اگر کوہان شکل اور پانی چھڑکنے کے باوجود قبر کے نقصان کا خوف ہو تو پتھر یا پکی اینٹ اس پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پکی اینٹ قبر کے اوپر لگانے میں کراہت نہیں ہے۔ فتاوی غیاثیہ میں ہے اسی پر فتویٰ ہے اہل مصر میں قبروں کے اکھڑنے اور ان کے مٹ جانے سے بچاؤ کیلئے اُن پر پتھر رکھنے کا رواج ہے۔ فتاوی ظہیریہ میں ہے اگر قبر کے اوپر کوئی پتھر رکھ دیا جائے اور اُس پر تحریر کر دی جائے تو بعض علماء کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کیوں کہ جب حضرت سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو پتھر لانے کا حکم دیا وہ اسے نہ اٹھا سکا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اپنی آستینوں کو ہٹایا اسے اٹھایا اور اسے ان کے سرہانے رکھا اور فرمایا میں اسے اپنی بھائی

---

[1] الدر المختار مع رد المحتار ج ۳ ص ۱۳۷، ۱۳۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

کی قبر کا نشان قرار دیتا ہوں اور میرے خاندان میں سے جو اللہ کو پیارا ہوگا اسے ان کے پاس دفن کروں گا۔ اس حدیث پاک کی روایت امام ابوداؤد نے فرمائی ہے۔
فتاویٰ حجہ میں ہے جب قبریں مسمار ہونے لگیں تو ان کی لپائی کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لخت جگر سیدنا حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے پاس سے گذرے دیکھا کہ اُس میں سے ایک پتھر گرا ہوا ہے۔ آپ نے اسے مضبوط فرمادیا اور فرمایا جو شخص کوئی کام کرے اسے پختہ کرنا چاہیے۔ یہی مختار ہے جیسا کہ فتویٰ سراجیہ کی کتاب الکراھیۃ میں ہے اور اسی کی کتاب الجنائز میں ہے قبر پر لکھنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس کی ضرورت ہو تا کہ اس کا نشان نہ مٹ جائے اور قبر کی بے حرمتی نہ ہو۔

اور اسی طرح چبوترہ اور چاردیواری بنانا جبکہ قبر کی زینت کیلئے نہ ہو نیک ارادے سے ہو جیسا کہ چبوترہ نمازیوں کے بیٹھنے کیلئے نماز پڑھنے کیلئے اور دیوار نمازیوں کے سترہ کیلئے ہو تا کہ وہ نماز کو خشوع وخضوع اور فراغ دل کے ساتھ ادا کرسکیں۔ جیسا کہ طیبی شرح مشکوٰۃ شریف اور حاشیہ میر جمال الدین میں لکھا ہے۔

امامن اتخذ مسجداً فی جوار صالح اوصلی فی مقبرته وقصد به الا ستظهار بروحه اووصول اثر من اثار عبادته الیه لا للتعظیم له والتوجه نحوه فلاحرج علیه الا تری ان مرقد اسماعیل علیه السلام فی المسجد الحرام عند الحطیم ثم ان ذالک المسجد افضل مکان یتحری المصلی لصلوته والنهی عن الصلوٰة فی المقابر

---

[۱] مسائل اربعین خطی ورق ۱۲۵ الف

مختص بالمقابر المنبوشة لما فیها من النجاسة۔ [1]

یعنی جو شخص کسی بزرگ کے مزار پر انور کے قریب مسجد بناتا ہے یا اس کے پاکیزہ مقبرہ میں نماز پڑھتا ہے اور اس کی مبارک روح سے مدد کا ارادہ کرتا ہے یا اپنی عبادات میں سے کچھ کا اس کو ایصالِ ثواب کرتا ہے اور اُس کا مقصود اس بزرگ کی تعظیم اور ان کی جانب توجہ کرنا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت اسماعیل علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار شریف مسجد حرام میں حطیم کے قریب ہے اور وہ مسجد بہترین جگہ ہے کہ جہاں نمازی نماز ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ قبرستانوں میں نماز ادا کرنے کی ممانعت اکھڑی ہوئی قبروں کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ وہاں نجاست ہوتی ہے۔

پینتالیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا ہے جنازہ کے ساتھ ساتھ بآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھنا مکروہ ہے۔ [2]

میں کہتا ہوں اگرچہ (جنازہ کے ساتھ بآواز بلند کلمہ طیبہ پڑھنا) بعض فقہا کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حدیث پاک سے ثابت ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثروا فی الجنازۃ قول لا الہ الااللہ روی عن انس جامع صغیر۔ [3]

ترجمہ: جامع صغیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے جنازہ میں کلمہ طیبہ کی کثرت کرو)

---

[1] الطیبی شرح المشکوٰۃ ج ۳ ص ۹۳۷ مکتبہ نزاد مصطفیٰ الباز مکہ مکرمہ [2] مسائل اربعین خطی ورق ۲۵ ب

[3] جامع صغیر

چنانچہ اگر کوئی اس مسئلہ میں اختلاف کی بنا پر کلمہ طیبہ پڑھتا ہے تو اسے منع نہیں کرنا چاہیے۔ جس طرح صاحب طوالع الانوار شرح اذکار سے نقل کیا ہے۔

ونقل عن السيد الطاهر الابدال انه قال السنة وان كانت ههنا السكوت لكن قد اعتاد الناس كثرة الصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم ورفع اصواتهم وهم ان منعوا ابت نفوسهم عن السكوت والتفكر فى امر الموت فيقعون فى كلام دنيوى ربما وقعوا فى غيبة وانكار المنكر اذا افضى الى ماهو اعظم منكرا كان تركه احب ارتكابا باخف المفسدتين كما هو القاعدة الشرعية۔ [1]

ترجمہ: اور حضرت سید طاہر ابدال رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ اس مقام پر سنت اگرچہ خاموشی ہے لیکن لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر باآواز بلند کثرت کے ساتھ درود وسلام پڑھنے کے عادی ہیں اور اگر ان کو منع کیا جائے تو ان کے دل موت کے بارے میں سوچنے اور خاموشی سے انکار کریں گے پس وہ دنیوی گفتگو میں مشغول ہوجائیں گے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ غیبت کرنے لگتے ہیں اور برائی کا انکار جب کبھی اس سے بڑی برائی تک پہنچادے تو دو خرابیوں میں سے ہلکی خرابی کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کا ترک کر دینا زیادہ پسندیدہ ہے جیسا کہ قاعدہ شرعیہ ہے۔

چھیالیسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا کہ مرنے کے بعد مردے کو تلقین کے بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں۔ ظاہر روایت میں ہے کہ تلقین نہ کریں۔ [2]

---

[1]

[2] مسائل اربعین خطی ورق ۲۵ ب

میں کہتا ہوں صاحب درمختار نے جوھرہ نیرہ سے دفن کے بعد تلقین کا جائز ہونا اہل سنت سے نقل کیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے کہا: وفی الجوھرة انه مشروع عند اھل السنة ویکفی قوله یا فلان بن فلان اذکر ماکنت علیه وقل رضیت بالله ربا وبالاسلام دنیاً وبمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا قیل یارسول الله صلی الله علیه وسلم فان لم یعرف اسمه قال ینسب الی حواء یعنی فیقال یابن حواء ویابنت حواء . [1]

وفی شرح الوجیز نقلا عن من الشافعی انه قال یستحب ان یلقن بعد الدفن فیقال یا عبدالله اویا امة الله اذکر ماخرجت علیه من الدنیا من شھادة ان لااله الله وان محمدا رسول الله وان الجنة حق وان النار حق والبعث حق آتیة لاریب فیه وان یبعث من فی القبور وانک رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبحمد صلی الله علیه وسلم رسولا ونبیا وبالقرآن اماما وبالکعبة قبلة وبالمؤمنین اخوانا وقدر وی الطبرانی عن ابی امامة عن النبی صلی الله علیه وسلم اذا مات احد من اخوانکم فسویتم التراب علی قبره فلیقم احدکم علی رأس قبره ثم لیقل یا فلان ابن فلان فانه یسمعه ولا یجیبه ثم یقول یا فلان ابن فلانة فانه یستوی قاعداً ثم یقول یا فلان ابن فلانة فانه یقول ارشدنا یرحمک الله ولکن لا تشعرون فلیقل اذکر ما خرجت علیه من الدنیا شھادة ان لااله الاالله وان محمداً عبده ورسوله وانک رضیت

---

[1] الدرالمختار مع ردالمختار ج ۳ ص ۷۶،۷۷ دارالتراث العربی بیروت۔

بالله ربا وبالاسلام ديناً وبمحمد صلى الله عليه وسلم نبيا وبالقرآن اماماً فان منكراً ونكيراً يأخذ كل منهما بيد صاحبه ويقول انطلق بنا مانقعد عند من لقن حجة فيكون الله حجته دونهما قال رجل يارسول الله صلى الله عليه وسلم فان لم تعرف امه قال فينسبه الى حواء يا فلان ابن حواء وقد ذكر سعيد بن منصور فى سننه ان ابى راشد و حمزة بن حبيب وحكيم بن عمير قالوا اذا سوى على ميت قبره وانصرف الناس عنه كانوا يستحبون ان يقال للميت عند قبره يا فلان قل لا اله الاالله اشهد ان لا اله الا الله ثلث مرات يافلان قل ربى الله ودينى الاسلام ونبى محمد عليه السلام ثم ينصرف۔

ترجمہ: جوھرہ میں کہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک اس کا (مرنے کے بعد تلقین کا) جائز ہونا ثابت ہے۔

اور اتنا کہنا کافی ہے اے فلان ابن فلان یاد کر اُس حالت کو جس پر تو تھا کہ میں اللہ رب العزت پر رب ہونے کے اعتبار سے، اسلام پر دین ہونے کے اعتبار سے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نبی ہونے کے اعتبار سے راضی ہوا عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر وہ اُس کے نام کو نہ جانتا ہو تو فرمایا کہ اُس کی نسبت حضرت حواء کی طرف کرے تو کہا جائے گا یا حواء کے بیٹے یا اے حواء کی بیٹی

اور شرح وجیز میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مستحب یہ ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد تلقین کی جائے پس کہا جائے اے اللہ کے بندے! یا اے اللہ کی بندی! یاد کر اس شہادت کو جس پر تو دنیا سے رخصت ہوا اس بات کی شہادت کہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے رسول ہیں جنت حق ہے دوزخ حق ہے قبروں سے اٹھنا برحق ہے اور قیامت حق ہے اور آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور جو کچھ قبروں میں ہے انہیں اٹھایا جائے گا اور تو اللہ تعالیٰ پر رب ہونے کے اعتبار سے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نبی ہونے کے اعتبار سے قرآن کے امام ہونے کعبہ معظمہ کے قبلہ ہونے اور مؤمنین کے بھائی ہونے کے اعتبار سے راضی تھا۔ اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت امامہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تمہارے بھائیوں میں سے جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کی قبر کی مٹی کو تم درست کر لو تو تم میں سے کوئی اس کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو اور کہے اے فلان بن فلان! کیونکہ وہ سنتا ہے اور جواب نہیں دیتا۔ یہ سن کر سیدھا بیٹھ جاتا ہے پھر کہے اے فلان ابن فلان! کیونکہ وہ کہتا ہے ہمیں ہدایت دو اللہ تم پر رحم کرتا ہے لیکن تم اس کے جواب کو سمجھ نہیں سکتے پھر کہے اس شہادت کو یاد کر جس پر تو دنیا میں قائم تھا یعنی اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور تو اللہ کے رب ہونے اسلام کے دین ہونے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی ہونے اور قرآن کے امام ہونے پر راضی تھا پس منکر نکیر میں سے ہر ایک اپنے ساتھ کے ہاتھ کو پکڑتا ہے اور کہتا ہے ہمارے ساتھ چلیے ہم اس شخص کے پاس نہیں بیٹھیں گے جسے حجت تلقین کر دی گئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے علاوہ اس کی حجت بن جاتا ہے۔ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس کی ماں کا پتہ نہ چلے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو اس کی نسبت حضرت حوا کی طرف کرے اور کہے فلان ابن حوا اور حضرت

سعید بن منصور نے اپنی سنن میں ذکر کیا ہے حضرت ابی راشد حضرت حمزہ بن حبیب اور حضرت حکیم بن عمیر نے کہا ہے کہ جب میت پر اس کی قبر کو برابر کر دیا جائے اور لوگ چلے جائیں تو اسلاف کہا کرتے تھے کہ میت کو اس کی قبر کے پاس کہا جائے اے فلان! کہہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تین مرتبہ اے فلان! کہہ اللہ میرا رب ہے دین میرا اسلام ہے اور میرے نبی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پھر لوٹ جائے۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کہ جس وقت تم میں سے کوئی فوت ہو جائے تو اُس کو گھر سے اس کی قبر کی طرف جلدی لے جایا جائے اور اُس کے سرہانے یعنی دفن کرنے کے بعد سورہ بقرہ کی ابتداء سے لیکر مفلحون اور اس کے پاؤں کے پاس سورۃ بقرہ کا آخر امن الرسول سے لیکر آخر سورۃ تک پڑھا جائے۔[۱] قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس (معوذ تین) اور سورۃ فاتحہ کا پڑھنا اور اس کا ثواب تم قبرستان والوں کو پہنچانا احادیث سے ثابت ہے۔

سینتالیسواں رد

مصنف کا یہ کہنا کہ نماز خوف کا پڑھنا کتب حدیث وفقہ میں جو کہ مضبوط اور معتبر ہیں نظر سے نہیں گذرا لیکن بعض اوراد اور صوفیہ کے رسالوں میں لکھا ہے۔ اور مضبوطی سے تھامنے کیلئے فقہ اور حدیث کی روایات کافی ہیں۔ مشائخ صوفیہ کے فعل وقول پر فتوی جاری نہیں ہوتا۔[۲]

---

[۱] مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۴۹ قدیمی کتب خانہ کراچی

[۲] مسائل اربعین خطی ورق

میں کہتا ہوں معلوم نہیں مجیب مشائخ صوفیہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت اور صورت پر گامزن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تابع ہیں ان کے بارے میں انکار کیوں ہے۔ کہ فتوی ان کے قول وفعل پر جاری نہیں کرتے۔ باوجود یہ کہ یہ (صوفیہ) سنت پر عمل کرنے میں علمائے عاملین سے بڑھ کر ہیں اور ظاہر و باطن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کرتے ہیں اور ان کی کامل وراثت ومکمل نیابت ثابت ہے۔

وهم قوم لايشقى اليسهم ولا يخيب مسيسهم وهم اذا راءُ وا ذكر الله جل جلاله كلامهم دواء ونظرهم شفاء وصحبتهم جلاء ورؤيتهم بهاءٌ

ترجمہ: وہ ایسی قوم ہیں کہ ان کا ساتھی بد بخت نہیں رہتا۔ اور ان کا ہمنشین ناکام نہیں رہتا اور جب ان کی زیارت کی جائے تو اللہ رب العزت کی یاد ہوتی ہے ان کا کلام دواء ہے ان کی نظر شفاء ہے ان کی صحبت روشنی ہے اور ان کی زیارت رونق ہے۔

کیا ہی اچھا کہا ہے۔

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین

سخرہ کند بر دہہ طعنہ زند بر چلہ

ترجمہ: وہ مقام جس کو تبریز میں شمس الدین نے ایک نظر سے حاصل کیا دس روزہ عبادت کا مذاق اڑاتا ہے اور چالیس روزہ چلے کا تمسخر کرتا ہے۔

اے الٰہی وہ کیا معاملہ ہے جو تو نے اپنے دوستوں کے ساتھ کیا ہے جس نے

ان کو پہچانا اس نے تجھے پالیا اور جب تک تجھے نہ پایا ان کو نہ پہچان سکا یعنی تجھ کو پانا اور
ان کی شناخت لازم وملزوم ہیں وہ ایسے ہیں جو

الاان اولیاء الله لاخوف علیهم ولا هم یحزنون۔

ترجمہ: خبردار اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہونگے۔

کے ساتھ مشرف ہیں

انا جلیس من ذکرنی

ترجمہ: میں اس کا ہمنشین ہوں جو میرا ذکر کرے۔

کی فضیلت کے ساتھ متصف ہیں۔

کنت حمعه وبصره

ترجمہ: میں اس کے کان اور اس کی آنکھ ہوتا ہوں۔

ان کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ومرضت فلم تعدنی

ترجمہ: میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی۔

ان بزرگان دین کے بارے میں نازل ہوئی۔

ولا تطرد الذین یدعون ربهم بالغداة والعشی یریدون وجهه۔

ترجمہ: جو اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے صبح شام اسے پکارنے میں ان کو دور مت کیجئے۔

اس گروہ کے فضائل کے باب میں کافی ہے اور

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء

ترجمہ: اور جو اللہ کے راستے میں مارے گئے ہیں ان کو مردہ مت تصور کیجئے بلکہ وہ زندہ ہیں۔

وغیرہ مجاہد

اس جماعت کے متعلق کفایت کرتے ہیں۔

باوجود اس کے مذکورہ مسئلہ فضائل اعمال کی قسم سے ہے۔ دوسرے کے نفع کیلئے ایسا کرنے میں کوئی شرعی ممانعت لازم نہیں آتی اور نہ ہی حلت وحرمت کے اختلاف کی قسم سے ہے جو توقف کا باعث ہو بلکہ لازم ہے

انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال

دیکھو اس نے کیا کہا یہ نہ دیکھو کہ کس نے کہا۔

مصرعہ: متاعے نیک ہر دکان کہ باشد

ترجمہ: ہمیں اچھا سامان چاہیے دکان کوئی سی ہو۔ بزرگوں کے یہ ارشادات بے جھجک جواز کا فتوی دیتے ہیں تا کہ بہت سے ثواب کا باعث ہو۔

اے میرے مالک اور خدا! مجھے اپنے دوستوں سے اور اپنے دوستوں کے دوستوں سے بنا کہ میں کسی دوسرے گروہ سے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اللهم احینی فی حبهم وامتنی علیه واحشرنی معهم برحمتک یاارحم الراحمین۔

ترجمہ: اے اللہ! مجھے اپنے دوستوں کی محبت میں زندہ رکھ اور اسی پر میرا خاتمہ فرما اور ان کے ساتھ میرا حشر فرما اے ارحم الراحمین۔

شعر: مسکین حسن می گویدت اے وقت عشاق تو خوش

گر من از ایشان نیستم در کار ایشاں کن مرا

ترجمہ: مسکین تجھ سے عرض کرتا ہے کہ تیرے عاشقوں کا وقت اچھی طرح بسر ہو اگر چہ میں ان سے نہیں ہوں مجھے ان کے کام میں لگا رہنے دے۔

اڑتالیسواں رد

مصنف نے اٹھالیسویں مسئلہ کے جواب میں لکھا ہے کہ مردوں کیلئے قبروں کی زیارت جائز ہے بشرطیکہ سنت کے مطابق ہو لیکن عورتوں کیلئے جائز نہیں ہے۔[1]

میں کہتا ہوں مردوں اور عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل مبارک سے سنت ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بقیع میں تشریف لے جاتے اور وہاں کے مردوں کو سلام فرماتے اور ان کیلئے استغفار کرتے زیارت قبور کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے آخرت کی یاد اور اپنی موت یاد آتی ہے اور دل کی رقت حاصل ہوتی ہے اور زیارت (قبور) کے اچھے فوائد میں سے یہ ہے کہ مردوں کیلئے استغفار اور ان کے لئے دعا کی جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: عن ابی هريرة رضی الله قال زار رسول الله صلی الله عليه وسلم قبر امه فبكى وابكى من حوله وقال استاذنت ربی فی ان استغفر لها فلم يؤذن فاستاذنت منه فی ان ازور قبرها فاذن لی فزوروا القبور فانها تذكر الموت رواه مسلم۔[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کی زیارت کی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام روئے اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو رلایا اور فرمایا میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی خاطر استغفار طلب کیا تو مجھے اجازت نہ ملی پھر میں نے ان کی قبر کی زیارت کا اذن طلب کیا تو مجھے اجازت مل گئی۔ پس قبروں کی زیارت کیا کرو یہ موت کی یاد دلاتی ہیں اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا۔

اور عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت کے مسنون ہونے پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے جو مشکوٰۃ شریف میں ہے

وعن عائشہ قالت کیف اقول یارسول اللہ ﷺ قال قولی السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستأخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ۔ رواہ مسلم [۱]

ترجمہ: یعنی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا یارسول اللہ ﷺ قبروں کی زیارت کے وقت کیسے کہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا سلام ہو مؤمنوں اور مسلمانوں کے گھر والوں پر اور اللہ تعالیٰ ہم سے پہلے جانے والوں اور آئندہ آنے والوں پر رحم کرے اور ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

یہ حدیث پاک خاص عورتوں کی زیارت قبور پر دلالت کرتی ہے اور وہ حدیث جو مجیب نے عورتوں کی زیارت قبور کی ممانعت پر لکھی ہے وہ منسوخ ہے۔ اس

کی ناسخ یہ حدیث ہے۔

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا

میں تم کو قبروں کی زیارت سے روکتا تھا ارے اب زیارت کیا کرو۔

لہذا پہلا حکم منسوخ ہوگیا ہے چنانچہ الدر المختار میں ہے **ولا باس بزیارۃ القبور ولو للنساء لحدیث نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا .**

ویقول السلام علیکم دار قوم مؤمنین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون ویقراء یس وفی الحدیث من قرء الاخلاص احد عشر مرۃ لم وھب اجرھا للاموات اعطی من الاجر بعدد الاموات [1]

ترجمہ: درمختار کے اندر لکھا ہے قبروں کی زیارت کے اندر کوئی حرج نہیں اگرچہ عورتیں کریں اس لئے کہ حدیث پاک کے اندر ہے میں تم کو قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا ارے اب کیا کرو اور حاضری کے وقت کہے اہل ایمان کے گھر والوتم پر سلام ہو اور ہم انشاء اللہ جلد تم میں سے ملنے والے ہیں۔ وہاں سورۃ یٰسین کی تلاوت کرے کیونکہ حدیث پاک میں ہے جس نے گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص کی تلاوت کی پھر اس کا ثواب مردوں کو پہنچایا تو مردوں کی تعداد کے برابر اسے ثواب دیا جائے گا۔

وفی البحر الرائق والاصح ان الرخصۃ ثابتۃ لھما [2]

البحر الرائق میں ہے کہ صحیح تر یہ ہے کہ زیارت قبور کی رخصت دونوں یعنی مردوں اور عورتوں کیلئے ثابت ہے یعنی اس اجازت میں بوڑھی اور جوان عورتوں کا

---

[1] الدر المختار مع رد المختار ج ۳ ص ۱۴۰ دار التراث العربی بیروت [2] البحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد ۲ ص ۲۱۰ دار المعرفۃ بیروت۔ نوٹ: توسین کی عبارت البحر الرائق میں نہیں بلکہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ نے وضاحت کیلئے بڑھائی ہے۔

کوئی فرق نہیں۔

اے للرجال والنساء یعنی بلا فرق بین العجائز والشواب وفی المجتبیٰ یندب الزیارۃ [1]

ترجمہ: المجتبیٰ میں ہے۔ زیارت قبور مستحب ہے۔

وقال الطیبی فی شرح المشکوٰۃ وملا علی قاری فی شرح الحصن الحصین واعلم ان زیارۃ المیت کزیارتہ فی خال حیواتہ یستقبلہ بوجھہ ویحترمہ کما کان یحترمہ فی الحیاۃ فان کان فی الحیوٰۃ اذ زارہ یجلس منہ علی البعد لکونہ عظیم القدر فکذالک فی زیارتہ یقف اویجلس علی البعد منہ وان کان یجلس منہ علی القرب فی حیوتہ کذالک یجلس بقربہ فی زیارتہ [2]

ترجمہ: علامہ طیبی نے مشکوٰۃ شریف کی شرح میں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حصن حصین کی شرح میں لکھا کہ میت کی زیارت اس کی زندگی کی زیارت کی مانند ہے۔ میت کے چہرے کی جانب اپنا منہ کرے۔ اگر زندگی میں جب اسے ملاقات کرتا تو اس سے اس کے عظیم القدر ہونے کے باعث اس سے فاصلے پر بیٹھتا تو اس کی زیارت کے وقت بھی فاصلہ پر کھڑا ہو یا بیٹھے۔ اور اگر اس کی زندگی میں اس کے قریب بیٹھا کرتا تھا تو اسی طرح اس کے قریب بیٹھے۔

واخرج الدیلمی عن جابر مرفوعا لا برافضل من براھل

---

[1] البحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد ۲ ص ۲۱۰ دار المعرفۃ بیروت

القبور ولا يصل اهل القبور الا مؤمن واخرج ابو الشيخ والديلمی عن ابی هريرة مرفوعا مامن رجل يزور قبر اخيه فيسلم عليه يقعد عنده الا رد عليه السلام وانس به حتی يقوم من عنده.

واخرج ابن عساکر عن ابی هريرة مرفوعاً ما من رجل يمر يقبر کان يعرفه فی الدنيا فيسلم عليه الاعرفه ورد عليه۔ [۱]

ترجمہ: امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کی کہ اہل القبور سے نیکی کرنے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ اہل قبور سے صلہ رحمی صرف ایمان والا آدمی ہی کرتا ہے۔ امام ابوالشیخ اور امام دیلمی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت کی کہ جو شخص کسی میت کی قبر کی زیارت کرتا ہے اس کو سلام کہتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو وہ مردہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے اور اس سے اس کے اٹھنے تک مانوس رہتا ہے۔ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی کہ جو شخص کسی ایسے شخص کی قبر کے پاس سے گذرے جسے وہ دنیا میں پہچانتا تھا اسے سلام کہے تو وہ اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

قال فی طوالع الانوار قالوا ولا شیء انفع للقلوب القاسية من زيارة القبور المصحوبة بالتفكر والاعتبار بمن يسلك من الاهل والقران ولذالک يستحب الاکثار من زيارتها کمانص عليه غير واحد من اولی التحقيق. [۲]

---

[۱]

[۲] طوالع الانوار

ترجمہ: طوالع الانوار میں ہے علماء نے فرمایا کہ سخت دلوں کیلئے فکر اور عبرت کے ساتھ ان لوگوں کی قبروں کی زیارت سے بڑھ کر کوئی چیز مانع نہیں جو اس کے خاندان اور ساتھیوں سے کوچ کر چکے ہوں۔ اسی لئے زیارت قبور کثرت سے کرنا مستحب ہے اہل تحقیق میں سے بہت سے لوگوں نے اس کی صراحت فرمائی ہے۔

قال السید احمد و روی ایضاً من حدیث انس رضی الله عنه اذا قرأ المؤمن اية الكرسى وجعل ثوابها لاهل القبور ادخل الله تعالىٰ فى كل قبر من المشرق والمغرب نوراً ووسع الله تعالى مضاجعهم واعطى الله للقارئ ثواب ستين نبياً ورفع له بكل ميتٍ درجة وكتب له بكل ميتٍ درجةً وكتب له بكل ميتٍ عشر حسنات ذكره القرطبى فى تذكرته. [1]

ترجمہ: سید احمد نے فرمایا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی مومن آیت الکرسی پڑھتا ہے اور اس کا ثواب اہل قبور کو ہدیہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ مشرق سے لے کر مغرب تک ہر مومن کی قبر میں نور داخل فرما دیتا ہے۔ ان کی قبروں کو وسیع فرما دیتا ہے اور پڑھنے والے کو ساٹھ نبیوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور ہر میت کے بدلے میں اس کا درجہ بلند فرماتا ہے ہر میت کے بدلے میں اس کیلئے درجہ لکھ دیتا ہے۔ ہر میت کے بدلے میں اس کیلئے دس نیکیاں لکھ دیتا ہے اسے امام قرطبی نے اپنے تذکرہ میں درج فرمایا ہے۔

وعن انس رضى الله عنه انه سأل رسول الله ﷺ فقال

یارسول الله ﷺ انا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعولهم فهل یصل ذلک الیهم فقال نعم انه یصل ویفرحون به فکما یفرح احدکم بالطبق اذا اهدی الیه راه ابو خفص العسکری. [1]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا یارسول اللہ! ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں۔ ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اوران کے لئے دعا کرتے ہیں کیا یہ ان تک پہنچتا ہے۔تو آپ نے فرمایا ہاں یہ سب کچھ پہنچتا ہے۔اور وہ اس سے اس طرح خوش ہوتے ہیں جس طرح تم میں کسی کوایک تھال ہدیہ کے طور پر پیش کیا جائے۔اسے امام ابوحفص عسکر رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے۔

ان الانسان ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ عند اهل السنة والجماعة صلوٰة کان اوصوماً اوحجاً اوصدقة اوقراءة القرآن اوالاذکار وغیر ذالک من جمیع انواع البر ویصل ذلک الی المیت وینفعه قاله الزیلعی فی باب الحج عن الغیر۔ [2]

ترجمہ: لہٰذا اہل سنت کے نزدیک انسان کیلئے جائز ہے کہ وہ اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے کو ہدیہ کردے وہ عمل نماز ہو یا روزہ ہو یا حج ہو یا قرآن مجید یا دیگر اذکار کی تلاوت ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور نیک کام ہو یہ میت تک پہنچتا ہے اوراسے فائدہ دیتا ہے۔امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے باب الحج عن الغیر میں اسی طرح فرمایا ہے۔

---

[1]

[2] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۲ ص۸۳ مکتبہ امدادیہ ملتان

انچاسواں رد

صاحبِ مسائل اربعین نے سوال نمبر 40 کے جواب میں لکھا کہ اہل قبور سے مدد اور اعانت چاہنا جس طریقے سے بھی ہو جائز نہیں ہے۔ [1]

میں کہتا ہوں مجیب ہر مسئلہ میں اپنے اساتذہ اور اکابر کا خلاف کرتا ہے اس مسئلہ میں بھی اُس نے ان سے مخالفت اختیار کی ہے بلکہ دیگر متعصبین سے سبقت لے گیا ہے۔ اس حد تک کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی قبور سے بالعموم اور حضرت سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پُر انوار سے بھی استعانت اور استمداد کو جائز نہیں رکھا۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھم (یہ چھوٹا منہ بڑی بات والا معاملہ ہے۔)

جبکہ ان کی حیات مبارکہ میں کسی کو اختلاف نہیں لہذا مجیب نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے لیکن وہ مجبور شخص کے اعتراف کی مانند ہے۔ اُس نے اپنے عقیدہ کا لحاظ کرتے ہوئے برزخی زندگی اور دنیوی زندگی کا فرق نہیں رکھا اور ایک کا حکم دوسرے پر جاری نہیں کیا۔

اب مجیب کے اساتذہ کی عبارت سننی چاہیے اور استمداد و استعانت کے جواز کی سندیں ہوش کے کانوں سے سماعت کرنی چاہیے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ، جو مجیب کے دادا استاد اور جدِ امجد ہیں، نے تفسیر فتح العزیز میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا

دریں جا باید فہمید کہ استعانت از غیر بوجہے کہ اعتماد بر آں غیر باشد واو را مظہر عون الٰہی نداند حرام است واگر التفاتِ محض بجانب حق است واو را یکے از

---

[1] ... ق 27 ...

مظاہر عون دانستہ ونظر بہ کارخانہ اسباب وحکمت تعالیٰ درآں نمودہ بغیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود ودر شرع جائز است وانبیاء واولیاء این نوع استعانت بغیر کردہ اندو در حقیقت ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر انتھی۔[1]

ترجمہ: یہاں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے مدد مانگنا اگر اس انداز پر ہو کہ اُس کا اعتماد اُس غیر پر ہو اور اُسے اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر نہ جانے تو ایسی استعانت حرام ہے اور اگر توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اور اُسے مددِ الٰہی کے مظاہر میں ایک جانتا ہے اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اسباب کے کارخانہ کو دیکھتے ہوئے ظاہر طور پر غیر سے استعانت کرے تو یہ عرفان سے دور نہیں ہوگا۔ اس طرح مدد مانگنا شریعت میں جائز ہے۔ انبیائے کرام اور اولیائے عظام نے اس قسم کی استعانت غیر اللہ سے کی ہے اور در حقیقت اس قسم کی استعانت غیر اللہ سے نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ سے ہے نہ کہ اُس کے غیر سے۔

سورۃ عبس وتولیٰ کی تفسیر میں فرمایا:

پس سوختن با آتش گویا روح را بے مکان کردن است ودفن کردن گویا مسکنے برائے روح ساختن است بنا برایں است کہ از اولیائے مدفونین ودیگر صلحائے مؤمنین انتفاع واستفادہ جاری است وآنہا افادہ واعانت نیز متصور بخلاف مردہ ہائے سوختہ کہ این چیز ہا اصلا نسبت بآنہا در اہل مذہب آنہا واقع نیست۔ انتھی

ترجمہ: مردے کو آگ سے جلانا گویا روح کو بے مکان بنانا ہے اور دفن کرنا

---

[1] فتح العزیز جلد اول صفحہ   [2] تفسیر فتح العزیز جزءعم پتساءلون ص ۵۰ مطبوعہ لاہور

گویا روح کیلئے ایک مسکن بنانا ہے یہی وجہ ہے کہ دفن شدہ اولیائے کاملین اور دیگر نیکوکار مؤمنین سے نفع اور فائدہ حاصل کرنا جاری ہے اور ان مدفونین کو فائدہ پہنچانے اور مدد کرنے کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے۔ بخلاف ان مردوں کے جن کو جلا دیا گیا ہو کہ ان کے مذہب والوں میں بالکل یہ چیزیں ان کی نسبت واقع نہیں ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔

اما استمداد باہل قبور در غیر نبی ﷺ یا غیر انبیاء علیہم السلام منکر شدہ اند آنرا بسیار از فقہا و میگونید نیست زیارت مگر برائے دعائے اموات و استغفار برائے ایشاں و رسانیدن نفع بایشاں بہ دعا و استغفار و تلاوت قرآن و اثبات کردہ اند آنرا مشائخ عظام صوفیہ قدس اللہ اسرارہم و بعض فقہا رحمہم اللہ و این امرے محقق و مقرر است نزد اہل کشف و کمل از ایشاں تا آنکہ بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و این طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند امام شافعی فرمودہ قبر امام موسیٰ کاظم تریاق مجرب است مر اجابت دعا را و حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ ہر کہ استمداد کردہ میشود از وے در حیات استمداد کردہ میشود بوے بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ دیدم چہار کس از مشائخ عظام کہ تصرف میکنند در قبور خود مانند تصرف ہائے ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دو کس دیگر را شمردہ از اولیاء و مقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ است و سیدی احمد بن مرزوق کہ از اعاظم فقہا و علماء مشائخ دیار مغرب است گفت روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی اقوی است یا امداد میت من بگفتم قومے می گویند کہ امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است

ودر حضرت اوست ونقل دریں معنی ازین طائفہ بیشتر ازان است کہ حصر واحصاء کردہ شود ویافتہ نمی شود در کتاب وسنت واقوال سلف صالح کہ منافی ومخالف ایں باشد ورد کند آن را بہ وتحقیق ثابت شدہ است بہ آیات واحادیث کہ روح باقی است واورا علم وشعور بہ زائران واحوال ایشاں ثابت است و ارواح کاملاں راقرب ومکانتے درجناب حق ثابت است چنانکہ درحیات بودیا بیشتر ازان واولیاء را کرامات وتصرفات دراکوان حاصل است وآن نیست مگر ارواح ایشاں راوارواح باقی است ومتصرف حقیقی نیست مگر خدائے عز شانہ وہمہ بہ قدرت اوست وایشاں فانی اند درجلال حق درحیات وبعد از ممات پس اگر دادہ شود مراحدے راچیزے بوساطت یکے از دوستان حق ومکانتے کہ نزد خدا دارد دور نباشد چنانکہ درحالت حیات بود ونیست فعل وتصرف در ہر دو حالت مگر حق را جل جلالہ وعم نوالہ ونیست چیزے کہ فرق کند میان ہر دو حالت ویافتہ نہ شدہ است دلیلے برین درشرع انتھی۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا انبیائے کرام علیھم السلام کے سوا مزارات والوں سے مدد مانگنے کا انکار فقہا میں سے زیادہ حضرات نے کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ زیارت تو صرف مردوں کیلئے دُعا ان کیلئے بخشش کی طلب اور تلاوت قرآن مجید استغفار اور دُعا کے ذریعے ان کو نفع پہنچانے کیلئے ہوتی ہے۔ جبکہ صوفیاء کے مشائخ عظام اور بعض فقہا رحمۃ اللہ علیھم نے اس کا اثبات کیا ہے۔ مشائخ عظام میں سے اہل کشف وکمال کے نزدیک یہ معاملہ ثابت اور تحقیق شدہ ہے۔ یہاں تک کہ بہت سارے افراد کو ارواح سے فیوض اور فتوح پہنچے ہیں ایسے گروہ کو ان کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: حضرت امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی

قبر قبولیت دعا کیلئے تجربہ شدہ تریاق ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
وہ شخص جس سے اس کی زندگی میں مدد طلب کی جاسکتی ہے اُس کی وفات کے بعد بھی
اُس سے مدد طلب کی جاسکتی ہے۔ مشائخ عظام میں سے ایک نے فرمایا کہ میں نے
مشائخ عظام میں سے چار افراد کو دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں اس طرح تصرف فرماتے
ہیں جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں تصرف فرمایا کرتے تھے۔ یا اُس سے بڑھ کر تصرف
کرتے ہیں۔ (۱) شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی
رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے دوسرے دو اولیاء کو بھی شمار فرمایا ہے اس سے مقصود حصر نہیں
ہے جو کچھ انہوں نے دیکھا اور پایا اسے بیان کر دیا ہے۔ ایک دن حضرمی رحمۃ اللہ علیہ
نے فرمایا کہ سیدی احمد بن مرزوق رحمۃ اللہ علیہ جو کہ دیار مغرب کے عظیم مشائخ وفقہا
میں سے ایک ہیں نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ آدمی کی مدد زیادہ قوت رکھتی ہے یا مردہ
کی میں نے کہا بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ
مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے۔ پھر شیخ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے
قرب اور اُس کی بارگاہ میں ہے اور اِس بارے میں اِس گروہ سے نقل شدہ واقعات
حصر اور گنتی میں نہیں آتے۔ کتاب وسنت سلف صالحین کے ارشادات میں کوئی ایسی
نص نہیں پائی جاتی جو اس کے مخالف یا منافی ہو۔ آیات اور احادیث سے تحقیق سے
ثابت ہے کہ روح باقی رہتی ہے اسے زائرین اور ان کے حالات کا علم ہونا ثابت ہے
کامل لوگوں کی روحوں کیلئے بارگاہ حق میں ایک خاص قرب اور درجہ حاصل ہے جس
طرح کہ ان کی زندگی میں تھا یا اس سے بھی بڑھ کر۔ اولیائے کرام کیلئے کرامات اور
موجودات میں تصرف حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ صرف ان کی روحوں کو حاصل ہوتا ہے

اور روحیں باقی رہتی ہیں۔ حقیقی تصرف فرمانے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے یہ سب اسی کی قدرت سے ہے یہ لوگ اپنی زندگی میں اور وفات کے بعد جلال حق میں فانی ہوتے ہیں۔ لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ کے دوستوں اور ان کے مرتبہ کی وساطت سے جو انہیں خدا کے نزدیک حاصل ہوتا ہے کسی کو کوئی چیز دے دی جائے تو بعید نہیں جس طرح کہ زندگی کی حالت میں ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں فعل اور تصرف صرف حق تعالیٰ کا ہوتا ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو ان دو حالتوں میں فرق کرتی ہو اور نہ شرع میں کوئی دلیل اس پر پائی جاتی ہے۔

مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب زاداللبیب میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی مشکاۃ شریف کی فی غیر شرح سے نقل فرمایا ہے۔

اما الاستمداد من اهل القبور بغير النبى عليه السلام والانبياء فقد انكره كثير من الفقهاء وقالوا ليس الزيارة الالدعاء الموتى والاستغفار لهم واليصال النفع اليهم بالدعاء وتلاوة القرآن واثبته مشائخ الصوفيه قدس الله اسرارهم وبعض الفقهاء، وذالك امر مقرر عند اهل الكشف والكمل منهم لا شك فى ذالك منهم عندهم حتى ان كثيرا منهم حصل لهم الفيوض من الارواح ويسمى هذه الطائفة اويسية فى اصطلاحهم. [1]

ترجمہ: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا اہل قبور سے مدد مانگنے کا انکار فقہا میں سے زیادہ نے کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں زیارت

---

[1] لمعات التنقیح فی شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۴ ص ۳۷۷، ۳۷۸ مکتبہ المعارف العلمیہ لاہور

توصرف مردوں کیلئے دعا اوران کے لئے بخشش طلب کرنے اوردعا نیز تلاوت قرآن مجید کے ذریعے ان کو فائدہ پہنچانے کیلئے ہوتی ہے۔مشائخ عظام اور بعض فقہا نے اس کا اثبات کیا ہے۔اہل کشف وکمال کے نزدیک یہ معاملہ ثابت شدہ ہے اوراس میں کوئی شک نہیں یہاں تک کہ بہت سارے افراد کو روحوں سے فیوض وبرکات حاصل ہوئے ہیں ایسے گروہ کوان کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

اس کے بعدانہوں نے منکرین کے ردمیں یوں فرمایا ہے۔

وما ادری بالمراد بالاستمداد والامداد الذی ینفیه المنکر والذی نفهمه ان الداعی المحتاج الفقیر الی الله یدع الله ویطلب حاجته من فضله تعالیٰ یتوسل بروحانیة هذا العبد المقرب المکرم عنده تعالی ویقول اللهم ببرکة هذا العبد الذی رحمته واکرمته وبمالک به من اللطف والکرم اقض حاجتی واعط سوالی انک انت المعطی الکریم اوینادی هذا العبد المکرم المقرب عندالله تعالیٰ ویقول یا عبدالله یاولیه اشفع لی وادع ربک وسل ان یعطینی سوالی ویعطینی حاجتی والمعطی والمسئول عنه والمأمور به هوالرب تعالیٰ وتقدس وما العبد فی البین الاوسیلة ولیس القادر والفاعل والمتصرف الاهو واولیاء الله هم الفانون الهالکون فی فعله تعالیٰ وقدرته وسطوته لافعل لهم ولا قدرة ولا تصرف لا الآن ولاحین کانوا احیاء فی دارالدینا فان صفتهم الفناء والاستهلاک لیس الا

یـمنع الیه التوسل وطلب الدعاء من عباد الله واولیائه فی حالة الحیاة
ایـضـاً ولیـس ذالک مایمنع وانه مستحب مستحسن شائع فی الدین
ولـو زعم انهم عزلوا وخرجوا من الحالة والکرامة التی کانت لهم فی
الحیاة فما الدلیل علیه اوشغلوا عن ذالک بما عرض لهم من الآفات
بـعـد الـمـمـات فـلیـس کلیا ولا دلیل علی دوامه واستمراره الی یوم
الـقیٰمة غایته انه لم یکن هٰذا المسئلة کلیة وفائدة الاستمداد عامة بل
یـمـکـن ان یـکون بعض منهم منجذبا الی عالم القدس ومستهلکاً فی
حـضرة الاله بحیث لا یکون له شعورو توجه الی عالم الدنیا وتصرف
وتـدبیـر فیـه کـمـا ایوجـد مـن اختـلاف مـن احـوال الـمجذوبین
والـمتـمـکـنیـن مـن المشائخ فی الدنیا وان نفی ذالک مطلقاً وانکر
انـکـاراً کـلیـاً فـکلا ولا دلیل علی ذلک اصلاً بل الدلائل قائمة علی
خـلافـه نـعـم ان کـان الـزائـرون یـعتـقـدون ان اهل القبور متصرفین
مستبـدیـن قادرین من غیر توجه الی حضرة الحق والالتجاء الیها کما
یـعتـقـده الـعـوام الـجـاهـلـون الـغافلون وکما یفعلون غیر ذٰلک من
السجود والصلٰوة الیه مما وقع منه النهی والتحذیر فذالک مما یمنع
ویـحـذر وفـعل العوام لا یعتبر قط وهو خارج عن المبحث وحاشا من
الـعـالـم بـالشریعة والعارف باحکام الدین ان یعتقد ذٰلک ویفعل هذا
والـمـروی فی الزیارة الـسـلام عـلـی الـموتی والاستغفار لهم وقراء ة
الـقـرآن ولیـس فیها النهی عن الاستمدد فیکون الزیارة والا ستمداد

والامداد معا علی تفاوت حالة الزائر والمزور ثم اعلم ان الخلاف انما هو فی غیر الانبیاء فانهم احیاء حقیقة بالحیوٰة الدنیا ویة بالاتفاق صلوٰة اللہ علیھم وانما اطنبنا الکلام فی ھذا المقام رغماً لانف المنکرین فانه قد حدث فی زماننا شرزمته ینکرون الاستمداد والاستعانة من الاولیاء الذین ھم احیاء عند ربھم اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه واھدنا الصراط المستقیم۔ لہ

ترجمہ: میں نہیں سمجھتا منکر جس امداد واستمداد کی نفی کرتا ہے اس سے اس کی کیا مراد ہے جو ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ محتاج، فقیر، دعا کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اُس کے فضل واحسان سے اپنی حاجت طلب کرتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں عزت وقرب والے اس بندہ کی روحانیت سے توسل کرتا ہے۔ اور کہتا ہے اے اللہ! اس بندے کی برکت سے جس پر تو نے رحم کیا ہے اور اسے عزت عطا فرمائی اور اس لطف وکرم کے طفیل جو تو نے اس پر کیا ہے میری حاجت پوری فرما اور میرا مطلب مجھے عطا فرما بیشک تو ہی عطا فرمانے والا اور کریم ہے یا یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس قرب اور عزت والے بندے کو پکارتا ہے اور یوں کہتا ہے اے اللہ کے بندے! اے اُس کے ولی! میری سفارش کیجئے اپنے پروردگار کے ہاں دعا فرمائیے اور اُس کے حضور سوال کیجئے کہ وہ میری چاہت مجھے دے دے میری ضرورت مجھے عطا فرما دے تو (ان دونوں صورتوں میں) دینے والا، جس سے سوال کیا جا رہا ہے

اور جس سے مطالبہ کیا جارہا ہے وہ رب تعالیٰ ہی ہے۔ بندہ صرف درمیان میں وسیلہ
ہے۔ قادر، فاعل، متصرف وہی ہے۔ اولیاء اللہ اُس کے فعل، قدرت اور سطوت میں
فانی اور ہلاک ہیں۔ ان کا کوئی تصرف کوئی قدرت کوئی فعل نہ اب ہے نہ اس وقت تھا
جب وہ دار دنیا میں زندہ تھے کیونکہ ان کی صفت فنا اور استھلاک ہے اس کے سوا کچھ
نہیں اگر یہ فعل شرک اور توجہ الی غیر اللہ ہوتا جیسا کہ منکر نے گمان کیا ہے تو مناسب یہ
تھا کہ دنیوی زندگی کی حالت میں اللہ کے ولیوں اور اس کے نیک بندوں سے دعا کی
درخواست اور اُس بارگاہ میں وسیلہ بنانے سے منع کیا جاتا جبکہ یہ بات ممنوع نہیں ہے
بلکہ یہ مستحب، مستحسن اور دین میں شائع ہے اور اگر اُس نے یہ گمان کیا ہے کہ وہ اُس
کرامت اور حالت سے جو دنیا میں انہیں حاصل تھی سے خارج اور معزول ہو چکے ہیں
تو اس پر کیا دلیل ہے یا اُس نے یہ گمان کرلیا ہے کہ مرنے کے بعد جو آفات انہیں پیش
آتی ہیں ان کے باعث ان باتوں سے وہ اعراض کیے ہوئے ہیں تو یہ امر کلی نہیں ہے
اور نہ ہی قیامت تک اِس کے دوام واستمرار پر کوئی دلیل ہے انتہائی بات جو اس بارے
میں کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ کلی نہیں ہے اور مدد طلب کرنے کا فائدہ عام ہے
بلکہ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض عالم قدس کی طرف کھینچ لیے ہوں اور بارگاہ الٰہی میں
ایسے مستھلک ہوں کہ ان کو دار دنیا کی طرف توجہ، شعور اور اس میں تدبیر وتصرف نہ رہا
ہو جیسا کہ دنیا میں باہوش مشائخ کرام اور مجذوبوں کے احوال کے اختلاف کے اندر
پایا جاتا ہے اگر کوئی اس کی مطلقاً نفی کرے اور کلی طور پر اس کا انکار کرے تو ایسا معاملہ
ہرگز نہیں ہے اس پر سرے سے کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ دلائل اس کے خلاف قائم ہیں۔
ہاں مزارات کے زائرین اگر یہ اعتقاد رکھتے ہوں کہ اہل قبور حق تعالیٰ کی بارگاہ میں توجہ

اور اُس میں التجاء کے بغیر بھی قدرت رکھتے ہیں اختیار رکھتے ہیں اور تصرف رکھتے ہیں جیسا کہ جاہل اور غافل اس کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جیسا کہ وہ سجدہ اور ان کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ دیگر افعال کرتے ہیں جس سے نہی اور تحذیر شرع میں واقع ہے تو اس سے منع کیا جائے گا اور روکا جائے گا۔ عوام کے فعل کا قطعاً اعتبار نہیں ہے وہ بحث ہی سے خارج ہیں شریعت کے عالم اور احکام دین کے جاننے والے سے ایسا اعتقاد رکھنا اور ایسا کرنا بہت بعید ہے زیارت قبور کے دوران مردوں پر سلام کہنا ان کیلئے بخشش کی طلب کرنا اور قرآن کریم پڑھنا مروی ہے ان روایات میں مدد مانگنے کی ممانعت نہیں ہے تو زیارت کے ساتھ ساتھ مدد مانگنے اور مدد کرنے کا حکم زیارت کرنے والے اور جس کی زیارت کی جائے کی حالت کے اختلاف کے مطابق ہوگا۔ پھر یہ جانو کہ یہ اختلاف صرف غیر انبیاء میں ہے کیونکہ انبیاء دنیوی زندگی کے ساتھ درحقیقت اب بھی زندہ ہیں اس میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔ ہم نے منکرین کو ذلیل کرنے کی خاطر کلام میں طوالت اختیار کی ہے کیونکہ ہمارے دور میں ایک چھوٹی سی جماعت پیدا ہو چکی ہے جو دار دنیا سے دار باقی کی طرف انتقال فرما جانے والے ان اولیائے کرام سے استمداد و استعانت کی منکر ہے جو اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں۔ اے اللہ! ہمیں حق کی صورت میں حق دکھا اور اس کی اتباع نصیب فرما اور باطل کو باطل کی صورت میں ہمیں دکھا اور اس سے بچنا ہمیں نصیب فرما۔ نیز صراط مستقیم پر ہمیں گامزن فرما۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں فرماتے ہیں

ابن شیبہ بہ سند صحیح آوردہ است کہ درزمان امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ قحطی افتاد شخصے بہ قبر شریف نبوی آمدہ گفت یارسول اللہ استسق لامتک فانھم قد ھلکوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درخواب او آمد وفرمود بروبعمر بشارت دہ کہ باران خواہد آمد وابن جوزی روایت کردہ است کہ دروقتے اہل مدینہ را قحطے شدید رسید شکایت بہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بردند فرمود بہ قبر شریف رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیائید ودریچہ ازوے بجانب آسمان بکشائید تا میان قبروے وآسمان حائلے نہ باشد آنچناں کردند کہ وے اشارہ فرمودہ بود باران بسیار شد۔[1]

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قحط پڑ گیا ایک شخص نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کے پاس آ کر عرض کی یارسول اللہ اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمائیں کیونکہ وہ ہلاک ہو چکے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خواب میں اس کے پاس تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ اور اسے بشارت دو کہ بارش ہو گی امام ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے روایت کیا کہ ایک دفعہ اہل مدینہ شدید قحط میں مبتلا ہو گئے لوگ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے کر آئے آپ نے فرمایا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور پر آؤ وہاں ایک کھڑکی آسمان کی طرف کھول دو تا کہ آپ کی قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو لوگوں نے ایسا ہی کیا جس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا تھا تو کثرت سے بارش ہوئی۔

راقم الحروف کہتا ہے ان دونوں روایات سے واضح ہوا کہ استمداد واستعانت صحابہ کرام کے زمانے سے جاری ہے بلکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو مرتبہ اجتہاد پر فائز تھیں، نے استمداد اور استعانت کا حکم دیا۔ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود آپ کی قبر مبارک سے ایک شخص کے استمداد کرنے کے بعد بارش کے آنے کی بشارت دی لہذا استمداد و استعانت سے انکار سنت صحابہ سے انکار ہے اس کو خوب سمجھ لو بلکہ استعانت کے بارے میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ارشاد فرمایا ہے چنانچہ حصن حصین میں ہے۔

واذا انفلتت دابة فلينا دِ أعينوا يا عبادالله يرحمكم موهص وان اراد هونا فليقل ياعبادالله أعينوني يا عباد الله اعينوني ياعبادالله اعينوني وقد جرب ذلك.

ترجمہ: جب سواری کا جانور بھاگ جائے تو پکارو اے اللہ کے بندو مدد کرو اللہ تم پر رحم کرے اور جب مدد کا ارادہ ہو تو کہے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اور یہ مجرب ہے۔

یہ حدیث پاک اولیاء اللہ سے استعانت کے جواز میں صریح ہے اور اولیاء اللہ کو لفظ یاء کے ساتھ پکارنے میں ظاہر ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے نئے پیدا شدہ فرقے کے رد میں ہماری طرف سے حجت ہے جو اُس سے منع کرتے ہیں حتیٰ کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کو جائز قرار نہیں دیتے شاید انہوں نے یہ حدیث پڑھی ہی نہیں

بارے میں ایک حدیث وارد ہے جو ذیل میں تحریر کی جاتی ہے۔

من کان له ضرورة فلیتوضأ یحسن وضوءه ویصلی رکعتین ثم یدعو اللهم انی اسئلک واتوجه الیک بنبیک محمد نبی الرحمة یا محمد انی أتوجه بک الی ربی فی حاجتی هذه تقضی لی اللهم فشفعه فی. لے

ترجمہ: جس کو کوئی ضرورت درپیش ہو تو چاہیے کہ وہ وضو کرے اور اچھی طرح سے وضو کرے۔ دو رکعتیں پڑھے اور یہ دُعا مانگے اے اللہ میں تیرے نبی نبی رحمت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اور مانگتا ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی اس حاجت کے سلسلے میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ اسے پورا کردے اے اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے حق میں شفاعت کرنے والا بنادے۔

تیسری دلیل: مسلمانوں میں سے ہر خاص وعام عین نماز میں جو کہ سب سے فضیلت والی عبادت اور اہل ایمان کیلئے معراج ہے (صیغۂ ندا) کو اپنا ورد بناتا ہے اور بارگاہ حق میں خصوصی حاضری کے وقت یوں خطاب کرکے عرض کرتا ہے **السلام علیک ایها النبی ورحمة الله وبرکاته** یعنی یارسول اللہ آپ پر سلامتی رحمت اور بھلائیوں کی کثرت ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرنے کی وجہ یہ ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اہل ایمان کا مقصود اور عبادت گزار لوگوں کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں یہ کیفیت انہیں تمام اوقات اور سارے حالات میں میسر رہتی ہے اور حالت

عبادت (نماز) اور اُس کے آخر کے موقع پر نورانیت اور انکشاف کا وجود زیادہ اور قوی تر ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں اس کو بیان فرمایا ہے۔

صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے یہاں سے ایک اور مسئلہ کا استنباط فرمایا ہے جو ان کی اصطلاح میں رابطۂ شیخ کہا جاتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ کامل اور مکمل شیخ کی صورت کو اپنے قلب کے سامنے ملحوظ رکھتے ہیں تاکہ طالب مذکورہ صورت کے تصور کے باعث نفسانی وسوسوں اور شیطانی خیالات سے خالی ہو کر اپنا سارا خیال حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے اپنے آپ اور ماسوی اللہ سب سے دور ہو جائے جس طرح کہ ایک کمزور نظر والا آدمی عینک کا محتاج ہوتا ہے بغیر عینک کے اُس کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح ارادت مند سائل جب باطن میں فیض حاصل کرنا شروع کرتا ہے تاکہ حق تعالیٰ سے اسے مناسبت میسر آجائے تو حق تعالیٰ انتہائی لطافت میں ہے اور سالک انتہائی کثافت میں۔ لہذا یہاں دو جہتوں والے ایک برزخ کی ضرورت ہے جس کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة وجاھدوا فی سبیله لعلکم تفلحون.

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اُس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت مذکورہ میں وسیلۂ سے مراد شیخ کامل و مکمل ہے جو حضرت رسول

اصل کے تمام کمالات سے پورا پورا حصہ نصیب ہوتا ہے لازمی طور پر وہ اصل کے احکام سے رنگین ہوتا ہے اس کو خوب سمجھ لو اور کوتاہی مت کرو۔

اب ہم اصل بات کی طرف آتے ہیں استمداد کے اثبات کیلئے ایک اور دلیل تحریر کی جاتی ہے۔ طوالع الانوار کے زیارت النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باب میں ہے۔

وليفرغ قلبه عن كل شى من امور الدنيا والا تعلق له بالزيارة حتى يطلع قلبه للاستمداد منه عليه السلام فالقلب مشغول بقاذورات الدنيا من الشهوات والارادات محروم من حصول المدد النبوى بل ربمايوجب المقت وليلاحظ مع ذلك الاستمداد من سعة عفوه عليه السلام وعطفه وليستحضر حياته عليه السلام فى قبره وانه يعلم زائره على اختلاف درجاتهم واحوالهم وقلوبهم وانه يمد كلامنهم بماىناسب ماهو عليه وانه خليفة الله الاعظم يعطى من يشاء ويمنع من يشاء فوضت اليه خزائن كرمه ولايصل الى الله احد الا من طريقه وروىٰ ابوحنيفه فى مسنده عن ابن عمر قال من السنة ان تاتى قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم من قبل القبلة وتجعل ظهرك الى القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام عليك ايها النبى ورحمة الله عليه وبركاته وقداتفق العلماء على انه عليه السلام حى فى قبره الشريف يعلم بزائره قال الشيخ ابن حجر الهيثمى ووقوفه فى حال الزيارة افضل من جلوسه اذ هو الماثور وهو الادب وقال

الکرمانی ویضع یمینه علی شماله کما فی الصلوٰة وجزم اصحابنا استحباب وقوف الزائر علی نحواربعة ازرع من الساریة التی عند راسه الشریف لایقرب ادنی من ذٰلک فانه لیس من شعار اداب الابرار قال الشیخ علی القاری ومال الیه النووی ثم یطلب الشفاعة فی الدنیا بتوفیق الطاعة وفی الآخرة بغفران المعصیة فیقول یارسول الله اسئلک الشفاعة ثلاثاً ثم یزور صاحبیه المکرمین ویسلم علیهما کما حرر ویقول نحن نتوسل بکما الی رسول الله صلی الله علیه وسلم یشفع لنا الی ربنا وان یتقبل سعینا وان یحیینا علی ملته ویمتنا علیها ویحشرنا فی زمرته برحمته وکرمه انه کریم رحیم امین ویقول شعر.

یا خیر من ددفنت فی التراب اعظمه

وطاب من طیبهن القاع الاکم

نفسی الفداء بقبرانت ساکنه

فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ترجمہ: دنیا کے تمام معاملات اور ہر اُس چیز سے جس کا تعلق زیارت سے نہیں ہے، سے اپنے دل کو خالی کرے تاکہ اُس کا دل آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد طلب کرنے پر مطلع ہو کیونکہ جو دل دنیوی خواہشات اور ارادوں کی گندگیوں میں مشغول ہوتا ہے وہ مدد نبوی کے حصول سے محروم رہ جاتا ہے بلکہ بعض اوقات غضب کا باعث بن جاتا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مدد طلب کرنے کے دوران آپ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیع عفو اور مہربانی کا تصور کرے اور اس خیال کو دل میں لائے
کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ سلم زائرین کے
درجات، حالات اور دلوں کے اختلاف سے واقف ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی اس
کے مناسب حال مدد فرماتے ہیں اور بلاشبہ آپ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے خلیفہ
ہیں جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں جس سے چاہتے ہیں روک لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
کے کرم کے خزانے آپ کو تفویض کردیئے گئے ہیں، آپ کے راستے (کو اختیار کئے)
بغیر کوئی شخص واصل الی اللہ نہیں ہوسکتا۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند
میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ تم نبی
کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر انور کی جانب قبلہ کی طرف سے آؤ تمہاری پیٹھ قبلہ کی
طرف ہو اور چہرہ قبر انور کی طرف ہو پھر کہو السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ
اللہ وبرکاتہ علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر انور میں
زندہ ہیں۔ زیارت کرنے والے کو جانتے ہیں۔ شیخ ابن حجر ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا
کہ زائر کا زیارت کے وقت کھڑا ہونا بیٹھنے سے افضل ہے کیونکہ یہی ماثور ہے اور ادب
بھی یہی ہے۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ (بارگاہ نبوی میں حاضری کے
وقت) اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے جیسا کہ نماز میں رکھتا ہے ہمارے
اصحاب نے اس امر پر جزم فرمایا ہے مستحب یہ ہے کہ زائر کیلئے سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے سر مبارک کے پاس ستون سے تقریباً چار ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو۔ اس
سے قریب نہ جائے کیونکہ (اس سے زیادہ قریب ہونا) صالحین کے آداب کا طریقہ
نہیں ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اور امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی

جانب میلان فرمایا کہ اس کے بعد دنیا میں عبادت کی توفیق اور آخرت میں گناہوں کی بخشش کے ساتھ شفاعت طلب کرے اور یوں تین بار عرض کرے

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسئلک الشفاعة ۔

ترجمہ: اے اللہ کے رسول میں آپ سے شفاعت کا طلبگار ہوں۔

پھر آپ کے دو معزز ساتھیوں کی زیارت کرے ان کو سلام کرے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے اور کہے ہم آپ دو حضرات کو بارگاہ نبوی میں بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں تا کہ آپ ہمارے رب کی بارگاہ میں ہمارے لئے شفاعت فرمائیں وہ ذات ہماری کوششوں کو قبول فرمائے ہمیں آپ کے دین پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے اور اپنے رحم وکرم سے ہم کو آپ کی جماعت میں حشر نصیب فرمائے بلاشبہ وہ کریم اور رحیم ہے امین پھر یہ شعر پڑھے۔

یاخیر من دفنت فی التراب اعظمه

وطاب من طیبهن القاع والاکم

ترجمہ: اے مٹی میں دفن ہوئے افراد میں سب سے بہتر ہستی جن کے جسم اطہر کی برکت سے میدان اور پہاڑ پاک ہوئے۔

نفسی الفداء بقر انت ساکنه

فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ترجمہ: میری جان اس قبر پر قربان جس میں آپ دفن ہیں اس قبر میں پرہیزگاری، سخاوت اور کرم مدفون ہیں۔

صاحب قصیدہ بردہ ارشاد فرماتے ہیں:

یااکرم الخلق مالی من الوذبه

ترجمہ: اے مخلوق میں سب سے بہتر! عام مصیبت کے نزول کے وقت آپ کے سوا کون ہے جس سے میں پناہ حاصل کروں۔

پچاسواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا۔

اسی طرح قبر کے اردگرد طواف کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

میں کہتا ہوں ملا علی قاری کی عبارت سے اس امر کی ممانعت معلوم ہوتی ہے مطالب المؤمنین میں مصنف نے جواز کا قول نقل کیا ہے انہوں نے فرمایا ان کان قبر عبدصالح ویمکن ان یطوف حوله ثلاثاً او سبعاً۔[2]

مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نفحات الانس میں اس کا جواز نقل فرمایا ہے۔[3]

اکاونواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا قبر پر بوسہ دینا جائز نہیں ہے۔[4]

میں کہتا ہوں مطالب المؤمنین میں ہے لاباس بتقبیل قبر والدیه نعم روی عن ابن عمر انه کان یضع یده الیمنی علی القبر وورد فی سند جید ان بلالارض لمازاره صلی الله علیه وسلم من

---

[1] مسائل اربعین خطی ورق نمبر ۲۹ الف [2] مطالب المؤمنین ص

[3] حضرت مولانا فضل رسول بدایونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبر کو بوسہ دینا اور طواف وغیرہ کرنا فقہائے کرام کے نزدیک مختلف فیہا مسائل سے ہیں۔ایک جماعت کے نزدیک یہ امور غیر مستحسن ہیں۔فقیر کا مسلک بھی یہی ہے۔تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو البوارق المحمدیہ صفحہ ۴۶۔نیز آپ نے اسی کتاب میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب اشباہ فی سلاسل اولیاء اللہ کے حوالے سے کشف قبور کی غرض سے اس کا جواز بھی نقل کیا ہے۔ [4] مسائل اربعین خطی ورق ۲۹ الف

الشام للمنام السابق ذكره جعل يبكی ويمرغ وجهه علی القبر وجاء عن فاطمة رضی الله عنها انه صلی الله عليه وسلم لما قبر اخذت فاطمة ابنته قبضةً من تراب قبره وجعلته علی عينيها وبكت وانشدت.

ماذا علی من شم تربة احمد

ان لايشم مدی الزمان غواليا

صبت علی مصائب لوانها

صبت علی الايام صرن لياليا

وقال الخطيب بعد ماذكر عن بلال وابن عمر لاشک ان الاستغراق فی المحبة يحمل علی الاذن فی ذلک والمقصود من ذلک كله الاحترام والتعظيم والناس يختلف مراتبهم فی ذلک كما كانت يختلف فی حياته فناس حين يرون يملكون انفسهم بل يبادرون اليه والناس فيهم اناء ه يتأخرون ولكل محل خيرا تهن وعلی هذا يحمل قول المحب الطبری وابن ابی الضيف يجوز تقبيل القبرو مسه وعليه عمل العلماء الصالحين طوالع الانوار.

ترجمہ: والدین کی قبر پر بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اپنا داہنا ہاتھ قبر انور پر رکھے سند جید کے ساتھ مروی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا خواب کے باعث جب شام سے سرکار علیہ

لگے۔حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ کو قبر میں دفن کردیا گیا۔آپ کی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے قبر انور سے مشت بھر مٹی لی اسے اپنی آنکھوں پر رکھا رونے لگیں اور یہ شعر پڑھنے لگیں۔

ماذا علی من شم تربۃ احمد

ان لایشم مدی الزمان خموالیا

ترجمہ: جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کو سونگھ لے تو اس پر کوئی الزام نہیں اگر وہ ساری عمر خوشبو نہ سونگھے۔

صبت علی مصائب لوانھا

صبت علی الایام صرن لیالیا

ترجمہ: مجھ پر ایسی مصیبتیں آن پڑی ہیں کہ اگر دِنوں پر پڑ جاتیں تو وہ رات بن جاتے۔

حضرت خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے واقعات ذکر کرنے کے بعد فرمایا بلاشبہ محبت میں استغراق کو اس معاملہ میں اذن پر محمول کیا جائے گا ان تمام افعال سے مقصود احترام اور تعظیم ہے اور لوگ اس بارے میں مختلف مراتب کے حامل ہیں جیسا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے اندر تھے کچھ لوگ جونہی آپ کو دیکھتے اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکتے بلکہ جلدی جلدی آپ کی طرف آجاتے کچھ لوگوں میں سستی تھی وہ ٹھہر کر آتے۔

علامہ محب طبری اور علامہ ابن ابی الضیف کے قول کو اسی پر محمول کیا جائے گا۔قبر کو بوسہ دینا اور چھونا جائز ہے صالح علماء کا عمل یہی ہے طوالع الانوار۔

باونواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا قبر پر غلاف ڈالنا درست نہیں ہے جیسا کہ نصاب الاحتساب میں ہے۔

تجسیة القبر غیر مشروع اصلاً فی حق الرجال۔[۱]

میں کہتا ہوں مجیب کے دعوے کے مطابق دلیل نہیں ہے کیونکہ نصاب الاحتساب میں مذکورہ قبر کو ڈھانپنے سے مراد دفن کے وقت ڈھانپ لینا ہے کیونکہ اس کے متصل بعد کی عبارت اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہے جو کہ یوں ہے:

وبعد تسوية اللبن فی حق النار۔

قبر کو ڈھانپنے کا مسئلہ تمام فقہا یوں لکھتے ہیں اور مراد اُس سے یہ ہے کہ دفن کے وقت عورتوں کیلئے پردہ ہے نہ کہ مردوں کیلئے اس جزیہ سے قبر کی چادر کی ممانعت کا استخراج صرف مجیب کا قیاس ہے اس مسئلہ سے متبادل یہ نہیں ہوتا۔

طوالع الانوار اور اُس کے متن الدرالمختار میں ہے:

ويُسجى اى يغطى قبرها اى على سبيل الوجوب كما صرح به الزيلعى فى كتاب الخنثى ولو خنثى لانها تعامل بالاحوط وانما يُسجى قبر المراة لان بدنها عورة فلا يومن ان ينكشف شى حال الانزال فى القبر ولانها تغطى بالنعش لهٰذه العلة وقد صح ان فاطمة رضى الله عنها فاوصيت ان ستر جنازتها فاتخذوا لها لعشاً من جريد

النخل فبقی ذٰلک سنة فی حق النساء. فیسجی قبرها الی ان یسوی علیها اللحد ولا یُسجی قبره لان علیاً رضی الله عنه حضر جنازة زیدین المکفف فَسَجی قبره بثوب فاخذه والقاه وقال انه لیس بامراةٍ قال فی السراج واختلفت العبارة فی هٰذا فذکر فی بعض المواضع انه یکره لان علیاً رضی الله عنه انکره وفی بعض المواضع انه لایکره لان علیاً رضیا لله عنه انکره وفی بعض المواضع انه لایکره وهٰذا یقتضی جوازه لانه یفعل سترا للمیت وذٰلک غیر ممنوع منه الا انه لیس بسنةٍ انتهی۔

ترجمہ: عورت کی قبر پر پردہ کیا جائے یعنی اسے ڈھانپا جائے جیسا کہ امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الخنثیٰ میں اس کی تصریح فرمائی اور فرمایا (عورت کی قبر کو ڈھانپا جائے) اگر خنثاء ہو پھر بھی قبر کو ڈھانپا جائے کیونکہ یہ زیادہ احتیاط والا عمل ہے۔ عورت کی قبر کو ڈھانپا جائے گا کیونکہ اُس کا سارا جسم ستر ہے اسے قبر میں اتارتے وقت جسم کے کسی حصے کے ننگا نہ ہونے کا اطمنان نہیں ہوسکتا اسی وجہ سے اسے پالکی کے ذریعے ڈھانپا جائے گا۔ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی قبر انور کو کپڑے سے اور آپ کے جنازہ کو پالکی سے ڈھانپا گیا اس سے پہلے کسی جنازہ میں پالکی استعمال نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ حضرت خاتون جنت کا انتقال ہوا آپ نے اپنے جنازہ کو ڈھانپنے کی وصیت فرمائی تو کھجور کی شاخوں سے لوگوں نے آپ کیلئے ایک پالکی بنائی اور یوں عورتوں کے حق میں یہ مسنون ہوئی۔

عورت کی قبر کے لحد کے برابر کرنے تک ڈھانپ کر رکھا جائے گا مرد کی قبر کو

نہ ڈھانپا جائے گا کیونکہ جناب علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت زید بن مکفف کے جنازہ میں حاضر ہوئے ان کی قبر کو ایک کپڑے سے ڈھانپا گیا آپ نے اسے پکڑا اور پھینک دیا اور فرمایا یہ عورت نہیں ہے۔ السراج الوہاج میں فرمایا اس بارے میں عبارتیں مختلف ہیں بعض موقعوں پر مذکور ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند فرمایا اور بعض جگہوں پر ہے کہ یہ مکروہ نہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ جائز ہے کیوں کہ ایسا میت کو ڈھانپنے کیلئے کیا جاتا ہے۔

ترپنواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا

اسی پر قیاس کرتے ہوئے قبر پر پھول ڈالنا اور پھولوں کی چادر چڑھانا ثواب حاصل کرنے کیلئے جائز نہیں ہے۔[1]

میں کہتا ہوں قبر پر پھول رکھنا ایک سنت ہے جیسا کہ صاحب طوالع الانوار لکھتے ہیں۔

وضع جریدة خضراء علی القبر للاتباع وسنده صحیح ولانه یخفف عنده العذاب ببرکة تسبیحها وتسبیحها اکمل من تسبیح الیابسة لما فی ذلک من نوع حیاة وقیس بها ما اعتید من طرح الریحان ونحوه۔

ترجمہ: انہوں نے سبز شاخ قبر پر اتباع سنت میں رکھی اس کی سند صحیح ہے کیونکہ اس کی تسبیح کی برکت سے مردے سے عذاب کی تخفیف ہوتی ہے۔ سبز شاخ کی

---

[1] مسائل اربعین خطی ورق نمبر ۲۹ الف و ب

تسبیح خشک شاخ سے کامل تر ہوتی ہے کیونکہ اس میں ایک طرح کی زندگی ہوتی ہے۔
ریحان وغیرہ کا قبروں پر رکھنا جو لوگوں کی عادت ہے اسی قیاس پر ہے۔

لہذا جنازہ پر پھولوں کی چادر ڈالنے کا بھی یہی حکم ہے۔ جو چیز زندہ کو راحت پہنچانے والی ہے وہ مردہ کیلئے بھی راحت دینے والی ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا

برسر خاک ما بیا نغمہ عشق را سرا
کز جذباتے بشوق تو نعرہ زخاک برزنم

ترجمہ: میری قبر کے سرہانے آکر عشق کا گانا گاؤ تیرے عشق کے جذبات کے باعث میں قبر سے نعرہ ماروں گا۔

بعد ہزار سال اگر برلحدم گزر کنی
مشک شود غبار من روح شود ہمہ تنم

ترجمہ: اگر ہزار سال کے بعد بھی تیرا گزر میری قبر کے پاس سے ہوگا اس کی برکت سے میری مشت غبار کستوری ہو جائے گی اور میرا سارا جسم روح بن جائے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے

آن شمع را گزر بغبارم افتادہ است
پروانہ چو سمن بہ مزارم افتادہ است

ترجمہ: جب اس شمع محفل کے گزر کا اتفاق میری قبر سے ہوا پروانے چنبیلی کے پھولوں کی طرح میری قبر پر گرے ہوئے ہیں۔

چمن نمود بنقش قدم غبار مرا

گرفتہ است بگل شوخ من مزار مرا

ترجمہ: محبوب کے نقش قدم نے میری مشت غبار کو باغ بنادیا ہے میرے محبوب نے میرے مزار کو پھول بنادیا ہے۔

باروئے پر عرق بہ سر خاک مابیا

اے ابر نو بہار بریں کربلا بیآ

ترجمہ: اپنے پسینے سے آلودہ چہرے کے ساتھ ہماری قبر پر آؤ اے بہار کے اوائل میں برسنے والے بادل اس کربلا پر آؤ۔

برمزارم شیشۂ بگذاشت پیر مئے فروش

کرد تخفیف عذاب از سبزۂ مینا مرا

ترجمہ: شراب فروش بوڑھے نے میرے مزار پر بوتل رکھ دی صراحی کے سبزہ سے میرے عذاب کو ہلکا کردیا۔

چوونواں رد

صاحب مسائل اربعین نے لکھا

غیر خدا کیلئے کسی چیز کی نذر کرنا قبر کے نزدیک نذر یا قرب حاصل کرنے کے انداز پر مٹھائی اور کھانا لانا بھی جائز نہیں ہے۔[1]

میں کہتا ہوں اگر خدا کی نذر کرے اور اس کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو بخشے اور کسی بزرگ کے مزار پُر انوار کے مجاورین اور اس زیارت کے محتاجوں پر صرف

---

[1] مسائل اربعین خطی ورق نمبر ۲۹ ب

کرے تو جائز ہے درست نذر کے بیان میں طوالع الانوار میں ہے۔

ان یقول یا الله انی نذرت لک ان شفیت مریضی او رددت غائبی او قضیت حاجتی ان اطعم للفقراء الذین بباب الامام ای فلانی او اشتری حصیراً لمساجدهم او زیتاً لوقودها او دراهم لمن یقدم شعائرها او غیر ذلک مما یکون فیه نفع للفقراء والنذر لله عزوجل وذکر الشیخ انما هو لبیان محل صرف النذر لمستحقیه المقیمین برباطه او بمسجده فیجوز بهذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء وقد وجد ولا یقال هذا الکلام یقتضی نفی کرامات الاولیاء وهی ثابتة بادلة لایمکن ردها لانا نقول اجابة الله تعالیٰ للملهوف الذی وصل الی ضریح ولی من اولیاء الله تعالیٰ وکشف کربته کرامة من الله تعالیٰ لعبده الصالح. فالکاشف للکربة انما هو الله تعالیٰ والولی له عندالله جاه عظیم اوجب ذلک الجاه سرعة اجابة الله تعالیٰ دعاء من لاذبه وتذلل للمولی الجلیل باعتابه انتهی۔

ترجمہ: یوں کہے یا اللہ! اگر میرے بیمار کو تو شفاء عطا فرمائے یا غائب ہو جانے والے کو تو واپس لوٹا دے یا میری ضرورت کو تو پورا کردے تو میں تیرے لئے نذر مانتا ہوں کہ فلاں امام کے دروازے پر بیٹھنے والوں کو کھانا کھلاؤں گا یا انکی مسجد کیلئے چٹائیاں خریدوں گا یا جلانے کیلئے تیل خریدوں گا وغیرہ چیزیں جن میں محتاجوں کا نفع ہو اور نذر اللہ تعالیٰ کیلئے ہو شیخ نے ذکر کیا۔

انما هو لبیان محل صرف النذر لمستحقیه المقیمین برباطه

او بمسجده فيجوز بهذا الاعتبار اذ مصرف النذر الفقراء وقد وجد ولايقال هذا الكلام يقتضى نفى كرامات الاولياء وهى ثابتةٌ بادلة لا يمكن ردها لانا نقول اجابة الله تعالىٰ للملهوف الذى وصل الى ضريح ولى من اولياء الله تعالىٰ وكشف كربته كرامة من الله تعالىٰ لعبده الصالح فالكاشف للكربة انماهو الله تعالىٰ والولى له عندالله جاه عظيم اوجب ذٰلک الجاه سرعة اجابة الله تعالىٰ دعاء من لا ذبه وتذلل للمولى الجليل باعتابه۔

ترجمہ: درج بالا الفاظ اس ولی کی سرائے یا اس کی مسجد میں مقیم مستحقین پر اس نذر کو خرچ کرنے کی جگہ کی وضاحت کیلئے ہیں۔ اس اعتبار سے یہ درست ہے کیوں کہ نذر کا مصرف فقراء ہوتے ہیں جو موجود ہے۔ یوں نہ کہا جائے کہ یہ کلام تو کرامات اولیاء کی نفی کا تقاضا کرتا ہے اور وہ ایسے دلائل سے ثابت ہیں جنکی تردید ممکن نہیں کیوں کہ ہم کہتے ہیں کہ کسی پریشان حال، جو کسی ولی کی قبر پر پہنچا، کی دعا کو اللہ تعالیٰ کا قبول فرمالینا اور اس کی مشکل کو دور کرنا اس نیک بندے کی کرامت ہے مشکل کو حل کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ولی کا اس کے ہاں بڑا مرتبہ ہے جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی دعا قبول فرمالی جو اس ولی کی پناہ میں آیا اور اس کی چوکھٹ پر اپنے رب جلیل کے حضور عاجزی کا اظہار کیا۔

پچپنواں رد

صاحب مسائل اربعین نے اپنے رسالہ کے خاتمہ پر کہا

یہاں تک کہ انبیاء اور رسل (اپنی موت کے مقام کے) بارے میں سوائے

لاادری (میں نہیں جانتا) کے قول کے سوا کچھ بھی زبان پر نہیں لاتے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

واللہ لا ادری واللہ لا ادری مایفعل بی ولا بکم۔

ترجمہ: خدا کی قسم میں نہیں جانتا، خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔[1]

میں کہتا ہوں مجیب نے اپنے رسالہ کے خاتمہ پر اپنے عقائد کو بیان کیا ہے سچ ہے ہر برتن سے وہی کچھ رستا ہے جو کچھ اُس میں ہوتا ہے۔ راقم السطور احقر عباداللہ احمد سعید مجددی کان اللہ لہ عوضاً عن کل لشئی بھی انبیاء ورسل علیہم السلام میں سب سے افضل ہستی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ومحامد کے بارے میں اپنا عقیدہ بیان کرتا ہے اور اپنی کتاب کو اُس کے وسیلہ سے لائق ستائش بناتا ہے۔

ما ان مدحت محمداً بمقالتی

ولکن مدحت مقالتی لمحمد

ترجمہ: میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اپنی گفتگو سے نہیں کر سکا لیکن اپنی گفتگو کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے قابل تعریف بنا دیا ہے

صلی اللہ علیہ وسلم والہٖ واصحابہ وازواجہ واتباعہ افضل صلواتک عدد معلوماتک وبارک وسلم

اور اسے اپنے حسن خاتمہ کیلئے وسیلہ بناتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

ترجمہ: اگر قبول ہو جائے تو میری عزت وشرف کے کیا کہنے۔

---

[1] مسائل اربعین خطی ورق نمبر ۳۰ الف

ہزار بار بشویم زبان بمشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن مرانمی شاید

ترجمہ: اگر ہزار بار بھی اپنی زبان کو کستوری اور گلاب کے عرق سے دھوؤں پھر بھی آپ کا نام زبان پر لانا مناسب نہیں ہے۔

پہلے مجیب کے استدلال کا جواب سنا چاہیے یہ حدیث جو مجیب نے اپنے مطلب کے استدلال میں پیش کی ہے کہ انجام کار میں ابہام ہے ''کوئی نہیں جانتا کہاں سے کھائے گا اور کہاں مرے گا۔''

یہ حدیث منسوخ ہے اور حدیث منسوخ کو دلیل کے طور پر پیش کرنا مناسب نہیں ہے اس حدیث کا ناسخ قرآن کریم کی یہ آیت ہے

''لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر''

ترجمہ: تاکہ اللہ معاف فرمادے آپ کے طفیل آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ اور امت کے حق میں یہ حدیث نازل ہوئی ہے۔

یہ آیت کریمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں نازل ہوئی۔

''کل امة یدخلون الجنة۔''

ترجمہ: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لا ادری وانا رسول اللہ فیہ وجوہ۔

ترجمہ: اس حدیث پاک کے مفہوم میں کئی احتمال ہیں:

اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ کی بات کے جواب میں زجراً فرمایا کیونکہ جب ان کا وصال ہوا تو
ان کی بیوی نے کہا:

هنيألک الجنة

آپ کو جنت مبارک ہو۔

کیونکہ غیب پر حکم لگانا بے ادبی ہے اس کی مثال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا ہے جبکہ آپ نے انکی زبان سے یہ کہتے
ہوئے سنا۔

طوبى لهٰذا عصفور من عصا فير الجنة

ان کیلئے خوشخبری ہو جنت کی چڑیوں میں سے یہ ایک چڑیا ہے۔
تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا اس کے سوا نہیں ہو سکتا! اے عائشہ
احتمال نمبر ۲: یہ حدیث درج ذیل اس آیہ کریمہ کی وجہ سے منسوخ ہے۔

ليغفر لک الله ماتقدم من ذنبک وما تأخر۔

ترجمہ: تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے طفیل آپ کے اگلوں پچھلوں کے گناہ
معاف فرمادے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آیت کریمہ

ولا ادری مایفعل بی ولا بکم۔

ترجمہ: میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔
کے تحت ایسا ہی فرمایا ہے۔

احتمال نمبر ۳: یہ نفی مفصل درایت کی ہے نہ کہ مجمل درایت کی۔
احتمال نمبر ۴: یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث امور دنیویہ کے ساتھ خاص ہو۔

اس حدیث مبارک کے وارد ہونے کے سبب پر غور کئے بغیر اسے کسی معنے پر محمول کرنا جائز نہیں۔ اور اس کے معنے میں جو وارد ہے نبی کریم ﷺ کی اپنی عاقبت کے بارے میں تردد تھا اس کا حتمی اور یقینی معنے نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا احسن مقام ہے اس کیلئے کہ آپ ﷺ سے اس کے خلاف صحیح احادیث میں ایسے مضامین وارد ہیں جن سے اس معنے کے مراد ہونے اور اس معنے پر محمول کرنے کا عذر ختم ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے گا۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے بڑھ کر باعزت ہیں۔ آپ ہی سب سے پہلے شفاعت فرمانے والے ہیں اور آپ ہی کی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں اسی طرح فرمایا ہے۔ [۱]

اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں فرمایا:

۱۔ **کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلو علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتاب والحکمة ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون۔** [۲]

ترجمہ: جیسا کہ ہم نے تمہارے درمیان تم ہی سے ایک رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے تمہیں پاک کرتا ہے، کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے نیز تمہیں وہ کچھ بتاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔

۲۔ **لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین روف رحیم۔** [۳]

---

۱ ملاحظہ ہو اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ ج ۴ ص ۲۵۳ تیج کمار لکھنو ۲ البقرہ آیت ۱۵۱

۳ التوبہ آیت ۱۲۸

ترجمہ: تحقیق تمہارے پاس تم میں سے ایک رسول آئے ان کو وہ امر گراں گذرتا ہے جو تمہیں مشقت میں ڈالے اور ایمان والوں پر وہ مہربان اور رحم فرمانے والے ہیں۔

تفسیر مدارک میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور ذات کیلئے اپنے اسمائے حسنیٰ میں دو اسموں (روف، رحیم) کو جمع نہیں فرمایا[۱]

۳۔ وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔[۲]

ترجمہ: ہم نے آپ کو سارے جہانوں کیلئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

۴۔ یا ایھاالنبی انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیراو داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔[۳]

ترجمہ: اے میرے نبی! ہم نے آپ کو حاضر وناظر، خوش خبری دینے والا، ڈر سنانے والا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی جانب دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

درج ذیل آیات سے آپ کی امت کی فضیلت معلوم کرو۔

۵۔ انا ارسلناک شاھدا ومبشرا ونذیرا التومنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرة واصیلا. ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔[۴]

ترجمہ: اے محبوب! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوش خبری دینے والا، ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے تا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اس کی مدد کرو اس

۱۔ التنزیل جلد۲ صفحہ ۱۵۳ دار احیاء الکتب العربیۃ مصر ۲۔ الانبیاء آیت ۱۰۷
۳۔ الاحزاب آیت ۴۵ ۴۔ الفتح آیت ۸

کی تعظیم کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے وہ صرف اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے۔ انکے ہاتھوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

۶۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ ۱

ترجمہ: جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔

۷۔ ولسوف یعطیک ربک فترضی۔ ۲

ترجمہ: عنقریب آپ کو آپ کا پروردگار اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

اس آیت کریمہ کے نزول پر آپ ﷺ نے فرمایا تب میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا۔

۸۔ ورفعنا لک ذکرک۔ ۳

ترجمہ: ہم نے آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا۔

یعنی نبوت اور دیگر اعزازات کے ساتھ آپ کے ذکر کو بلند فرمایا۔ یعنی آپ کے ذکر کو اس طرح رفعت دی کہ کلمہ شہادت، اذان، اقامت اور خطبہ وغیرہ میں آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا لیا۔ آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ فرشتوں میں آپ پر درود بھیجا، اہل ایمان کو آپ پر درود بھیجنے کا حکم دیا اور آپ کو نام کی بجائے القاب سے مخاطب فرمایا۔

صحیح احادیث میں وارد ہے کہ آپ ﷺ بنی آدم کے سردار ہیں۔ قیامت کے دن آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ اگلوں

آپ شفاعت فرمائیں گے، سب سے پہلے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ سب سے پہلے آپ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور اسے اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کھولے گا۔ قیامت کے دن آپ لواء الحمد اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ آپ وہی ہستی ہیں جن کے بارے میں خود آپ نے فرمایا میں نے اگلے پچھلے لوگوں کا علم جان لیا ہے۔ قیامت کے دن ہم ہی سبقت لے جانے والے اور آخر ہوں گے۔ میں بغیر فخر کے یہ بات کہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں۔ میں رسولوں کا رہنما ہوں اور مجھے کوئی غرور نہیں۔ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا اور مجھے ان میں سے بہتر مخلوق میں رکھا۔ پھر اس کے دو حصے فرمائے مجھے بہتر گروہ میں رکھا۔ پھر اس کی دو جماعتیں بنائیں مجھے بہتر جماعت میں رکھا۔ پھر انکے کئی قبیلے بنائے مجھے بہتر قبیلہ میں رکھا۔ پھر ان کے خاندان بنائے مجھے بہتر خاندان میں رکھا۔ لہذا میں ذات اور خاندان کے اعتبار سے ان سے بہتر ہوں۔ جب لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا تو میں سب سے پہلے نکلوں گا۔ جب ان کو اکٹھا کیا جائے گا تو میں ان کا قائد ہوں گا۔ جب وہ خاموش ہوں گے تو میں ان کی طرف سے بات کرنے والا ہوں گا۔ جب ان کو روک دیا جائے گا تو میں ان کی سفارش کرنے والا ہوں گا۔ جب وہ ناامید ہو جائیں گے تو میں ان کو خوش خبری دینے والا ہوں گا۔ عزت اور چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ لواء الحمد میرے قبضہ میں ہوگا۔ میں اپنے رب کی بارگاہ میں تمام اولاد آدم میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں۔ میرے اردگرد چھپے ہوئے انڈوں کی مانند ایک ہزار خادم چکر لگائیں گے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو میں انبیائے کرام کا امام، ان کا خطیب، ان کی شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اس میں مجھے

کوئی فخر نہیں۔ اگر آپ ﷺ کی ذات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا نہ فرماتا نہ ہی اپنی ربوبیت کا اظہار فرماتا۔ آپ اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

نماند بہ عصیاں کسے در گرو　　　کہ دارد چنیں سیدے پیش رو

ترجمہ: وہ لوگ جو آپ جیسا سردار اپنا رہنما رکھتے ہیں ان میں سے کوئی بھی گناہوں کے باعث گروی نہ ہوگا۔

محمد عربی کابروے ہر دو سرا است　　　کسے کہ خاک درش نیست خاک برسر او

ترجمہ: حضرت محمد عربی ﷺ جو دونوں جہانوں کی عزت وآبرو ہیں۔ جو کوئی آپ کے در کی خاک نہیں اس کے سر پر خاک پڑے۔

خاکی و بہ اوج عرش منزل　　　امی و کتاب خانہ در دل

ترجمہ: آپ خاک سے ہیں لیکن رفعت اتنی کہ عرش آپ کی منزل ہے۔ اگرچہ آپ امی ہیں لیکن آپ کا قلب اطہر کتب خانہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جنت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا پھر میں عرش کے دائیں جانب کھڑا ہوں گا میرے سوا کوئی اور اس جگہ کھڑا نہ ہوگا۔ ترمذی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو انبیائے کرام اور آسمان والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ لوگوں نے کہا اے ابن عباس! اس نے آسمان والوں پر آپ کو فضیلت کیوں کر عطا فرمائی۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان والوں سے فرمایا:

ومن یقل منهم انی اله من دونه فذلک نجزیه جهنم کذلک نجزی الظالمین۔ ؎۱

ترجمہ: جو ان میں سے یہ کہے کہ میں اس کے سوا معبود ہوں تو ہم اسے دوزخ جزا میں دیں گے اور ہم اسی طرح ظلم کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے فرمایا:

انا فتحنالک فتحا مبینا لیغفر لک الله ماتقدم من ذنبک وما تاخر ؎۲

ترجمہ: ہم نے آپ کو واضح فتح عطا فرمادی ہے تاکہ آپ کے طفیل آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادے۔

لوگوں نے پوچھا انبیائے کرام علیہم السلام پر آپ کو کیا فضیلت حاصل ہے تو آپ نے فرمایا کہ ارشاد باری ہے:

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه۔ ؎۳

ترجمہ: ہم نے ہر رسول اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا۔

اور اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک ﷺ سے فرمایا:

وما ارسلناک الا کافة للناس۔ ؎۴

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام لوگوں کیلئے بھیجا ہے۔

اس طرح آپ کو انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک ہونے والے آئندہ تمام

واقعات کی خبر دے دی جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا جس نے بھلا دیا اُس نے بھلا دیا۔ تحقیق اسے جانا ہے میرے ان دوستوں نے جو موجود تھے ان معاملات میں سے کوئی معاملہ جسے میں بھول گیا تھا جب پیش آتا ہے پھر میں اسے دیکھتا ہوں تو مجھے وہ یاد آجاتا ہے جس طرح کہ کوئی کسی دوسرے کے چہرے کو جب وہ غائب ہوجائے بھول جاتا ہے۔؛ پھر جب وہ اسے دیکھتا ہے پہچان لیتا ہے۔ یہ میرا واقف ہے۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے شمار امور اخرویہ کو بیان فرمایا جو کہ بلاشبہ پیش آئیں گے اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ زمانہ حال کے علماء پر مجھے بڑا تعجب آتا ہے کہ باوجود یہ کہ مخبر صادق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انبیاء میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ عالم الغیوب کی طرف سے اتنا وافر علم حاصل نہیں ہوا اور آپ سب سے سبقت لے گئے۔ اسی طرح تمام اوصاف کمال میں آپ کا کوئی مثل ونظیر نہیں ہے۔

خوبی و ناز و کرشمہ و حرکات وسکنات

آنچہ خوباں ہمہ دار ندتو تنہا داری

ترجمہ: حسن، ناز، انداز، حرکات وسکنات کی تمام خوبیاں جو سب پیغمبر رکھتے تھے آپ کی اکیلی ذات میں موجود ہیں۔

نہیں نہیں میں نے غلط کہہ دیا بلکہ تمام وجوہات کے اعتبار سے آپ میں زیادہ موجود ہیں۔

فان فضل رسول الله ليس حد

فيعرب عنه ناطق بفم

ترجمہ: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کی کوئی حد نہیں ہے تو کوئی بات کرنے والا اپنے منہ سے کس طرح انکو بیان کرسکتا ہے۔

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

ترجمہ: آپ کی زیارت کی اور یوسف علیہ السلام کے بارے میں سنا سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی چیز کی مانند کیسے ہوسکتی ہے۔

اے چہرہ زیبائے تو رشک بتان آزری
ہر چند وصفت می کنم در حسن زان زیبا تری

ترجمہ: اے وہ ہستی کہ آپ کا حسین چہرہ آزر کے تراشے ہوئے بتوں کیلئے باعث رشک ہے میں جتنا بھی آپکا وصف بیان کروں آپ حسن میں اُس سے زیادہ خوبصورت ہیں۔

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتانِ ورزیدہ ام
بسیار خوبان دیدام لیکن تو چیزی دیگری

۳۔ ترجمہ: میں دنیا کے کونے کونے میں پھرا ہوں بہت سے حسینوں سے محبت کی ہے بہت سے اصحاب حسن و جمال دیکھے ہیں لیکن آپ ان سب سے جدا چیز ہیں۔

تو باین جمال و خوبی چو بطور جلوہ آئی
ارنی بگوید آنکس کہ گفت لن ترانی

۴۔ ترجمہ: جب آپ اس حسن و جمال کے ساتھ جلوہ فرما ہوئے ہیں تو وہ ہستی جس نے کبھی موسیٰ علیہ السلام کو لن ترانی (تو مجھے نہیں دیکھ سکتا) کہا تھا۔ ارنی (مجھے

اپنا جلوہ دکھاؤ) فرمانے لگتی ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتوِ صفات

تو عین ذات می نگری در تبسمی

۵۔ ترجمہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صفاتی تجلی کا ایک پرتو دیکھا تو بے ہوش ہوگئے (آپ کے حوصلہ پر قربان) آپ عینِ ذات کو دیکھ رہے ہیں اور تبسم کناں ہیں۔

بہ صورت تو نگارے نیا فرید خدا

ترا کشیدہ و دست از قلم کشید خدا

ترجمہ: آپ کی صورت جیسا حسین اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا آپ کو بنایا اور اللہ تعالیٰ نے قلم سے ہاتھ کھینچ لیا۔

اگر مصور صورت آں دلستاں خواہد کشید

حیرتے دارم کہ نازش راچسان خواہد کشید

۷۔ ترجمہ: اگر کوئی تصویر بنانے والا میرے اُس دلبر کی تصویر بنا بھی لے تو مجھے حیرت ہے کہ اس کے ناز کی تصویر کس طرح کھینچے گا۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب پر حاوی علم مبارک سے انکار اور آپ کے وصف میں لادری (میں نہیں جانتا) کا لفظ لکھنا آپ کو اپنے برابر اور ہم مثل خیال کرنا ایسی جسارت ہے جس پر یہی کہا جا سکتا ہے۔

تکاد السموٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا۔[۱]

۱۔ مریم آیت ۹۰

ترجمہ: قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمینیں ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں اور پہاڑ کانپتے ہوئے گر جائیں۔ (مریم ۸۹)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے کفار کے ایک قول کو نقل فرمایا ہے کہ جو وہ انبیائے کرام کے حق میں کہا کرتے تھے۔

قالوا ماانتم الا بشر مثلنا۔[1]

ترجمہ: انہوں نے کہا تم نہیں ہو مگر ہم جیسے بشر۔

ہم سری با انبیاء برداشتند

اولیاء راہچو خود پنداشتند

۱۔ ترجمہ: انہوں نے انبیائے کرام کے ساتھ برابری اختیار کی اولیاء کو اپنی طرح خیال کیا۔

گفت اینک مابشر ایشاں بشر

ماوایشاں بستۂ خوابیم و خور

۲۔ ترجمہ: کہنے لگے دیکھو ہم بھی بشر ہیں یہ بھی بشر ہیں ہم اور یہ ہر دو کھانے اور نیند کے محتاج ہیں۔

این ندانستند ایشاں ازعمیٰ

ہست فرقے درمیان بے منتہیٰ

۳۔ ترجمہ: اندھے پن کی وجہ سے وہ یہ نہ جان سکے کہ دونوں میں بے حساب فرق ہے۔

---

[1] یٰسین آیت ۱۵

ہر دوگون زنبور خورد از یک محل

لیک شدزاں نیش وزاں دیگر عسل

۴۔ ترجمہ: بھڑوں کی دونوں قسمیں ایک ہی جگہ سے اپنی خوراک کھاتی ہیں لیکن ایک سے صرف ڈنگ پیدا ہوتا ہے اور دوسرے سے شہد پیدا ہوتا ہے۔

ہر دو گوں آہوگیا خوردند و آب

زین یکے سرگین شدوزان مشک ناب

۵۔ ترجمہ: دونوں قسم کے ہرن پانی پیتے اور گھاس کھاتے ہیں لیکن ایک کے پیٹ میں وہ مینگنیاں بن جاتا ہے اور دوسرے میں کستوری۔

ہر دو نے خوردند از یک آب و خور

آں یکے خالی وآں پر از شکر

۶۔ ترجمہ: دونوں قسم کے نرسل ایک حوض سے پانی حاصل کرتے ہیں ان میں سے ایک (نرسل) مٹھاس سے خالی اور دوسرا (نیشکر) شکر سے پر ہوتا ہے۔

صد ہزاران ایں چنیں اشباہ بیں

فرق شاں ہفتاد سالہ راہ بیں

۷۔ ترجمہ: اس طرح کی لاکھوں آپس میں مشابہت رکھنے والی چیزوں کو دیکھو لیکن ان کے درمیان ستر برس کا فاصلہ ہوتا ہے۔

این خورد گردد پلیدی زو جدا

اس سے بن جاتا ہے۔

این خورد زاید ہمہ بخل و حسد

وآن خورد زاید ہمہ نور احد

۹۔ ترجمہ: یہ کھاتا ہے تو اُس سے بخل وحسد پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا کھاتا ہے تو اس سے خدا کا نور پیدا ہوتا ہے۔

این زمیں پاک وآں شوراست وبد

این فرشتہ پاک وآں دیوست دو

ترجمہ: یہ پاک زمین ہے اور وہ شورزدہ زمین ہے۔ یہ پاک ہے فرشتہ ہے وہ جن اور درندہ ہے۔

ہر دو صورت گر بہم ماند روا است

آب تلخ وآب شیریں را صفا است

ترجمہ: اگر صورت میں دونوں مشابہ ہوں تو ممکن ہے کیونکہ کڑوے اور میٹھے پانی میں صفائی ہوتی ہے۔

جز کہ صاحب ذوق نشناسد بیاب

او شناسد آب خوش از شور آب

ترجمہ: صاحب ذوق کے سوا اس فرق کو کون جان سکتا ہے اس تک رسائی حاصل کرو۔ وہی کڑوے اور میٹھے پانی کو پہچانتا ہے۔

جز کہ صاحب ذوق نشناسد طعوم

شہد را ناخوردہ کے دانی زموم

ترجمہ: صاحب ذوق کے سوا ذائقہ کون پہنچا سکتا ہے۔ شہد کو کھائے بغیر اس کے اور موم کے درمیان فرق تو کیسے معلوم کر سکتا ہے۔

سحر را با معجزہ کردہ قیاس

ہر دو را بر مکر پندارد اساس

ترجمہ: جادو کو معجزہ پر قیاس کر کے عام آدمی دونوں کی بنیاد مکر پر خیال کرنے لگتا ہے۔

ساحران با موسیٰ از ستیزہا

بر گرفتہ چون عصائے او عصا

ترجمہ: جنگ کی خاطر جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی مانند لاٹھیاں پکڑ لیں۔

زین عصا تا آن عصا فرقیست ژرف

زین عمل تا آن عمل راہے شگرف

ترجمہ: اس عصا اور انکی لاٹھیوں کے درمیان گہرا فرق ہے اس عمل سے اس عمل تک عجیب و غریب مراتب ہیں۔

لعنت اللہ این عمل را در قفا

رحمت اللہ آن عمل را در وفا

ترجمہ: اس عمل کا انجام اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس عمل کے پورا کرنے میں اللہ کی رحمت ہے۔

کافران اندر مری بوزینہ طبع آفتے آمد درون سینہ طمع

ترجمہ: جھگڑے میں کافر بندر کی طبیعت والے ہیں۔ طمع والے سینہ کے اندر ایک آفت آگئی تھی۔

ہرچہ مردم میکند بوزینہ ہم
آن کند کز مرد بیند دمبدم

ترجمہ: آدمی جو کچھ کرتا ہے بندر وہی کچھ کرتا ہے کیونکہ آدمی سے ہر گھڑی وہی کچھ دیکھتا ہے۔

او گمان کردہ کہ من کردم چو او
فرق را کے داند آن استیزہ زو

ترجمہ: وہ گمان کرتا ہے میں اسی کی طرح کر رہا ہوں لیکن وہ جھگڑالو فرق کو کب جانتا ہے۔

این کند از امر وآن بہر ستیز
برسر استیزہ رویاں خاک ریز

ترجمہ: یہ حکم کی بدولت اور وہ جھگڑے کی خاطر کرتا ہے۔ جھگڑا کرنے والوں کے سر پر خاک ڈال۔

حدیث صحیح میں وارد ہے:

نهى رسول الله ﷺ عن الوصال في الصوم فقال له رجل انک تواصل یارسول الله قال وايكم مثلي انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی متفق علیه۔[1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلسل روزہ رکھنے سے منع فرمایا اس پر ایک شخص نے آپ کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ آپ بھی تو پے بدپے روزے رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا تم میں سے کون میری مثل ہے۔ جب رات ہوتی ہے تو میرا پروردگار مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے۔اس حدیث پاک کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کے ساتھ اپنی مماثلت کی نفی فرمائی اس ارشاد فیض بنیاد کے باوجود اگر کوئی جاہل مماثلت کا اطلاق کرے تو اس کا مقصود رسول اکرم کے حکم کی مخالفت ہوگا۔اور قرآن کریم میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرنے کا حکم موجود ہے۔

ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ماتولى ونصله جهنم وسأت مصيرا۔[1]

ترجمہ: جس کسی نے راہ ہدایت کے معلوم ہونے کے بعد نبی کریم کی مخالفت کی اور مسلمانوں کے طریقے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کی میں اس کو اس کی طرف متوجہ کردوں گا جس کی طرف اس نے توجہ کی اس کو جہنم میں لے آؤں گا اور وہ بری جگہ ہے۔

افسوس ہم پر ہزار افسوس کہ ہماری نظر مشترک چیزوں پر گڑ گئی اور مابہ الامتیاز کو نہ دیکھ سکی۔اس نو پیدا گروہ کیلئے خصائص کبریٰ کا مطالعہ ضروری ہے تا کہ ایمان صحیح ہو جائے ورنہ خرابی ہی خرابی ہے حضور سرور کائنات ﷺ کے کچھ خصوصیات لکھے

اس محبوب رحمٰن کے وجود پاک سے جاہلیت کی تاریکی جو دنیا میں عام ہو چکی تھی نور ایمان اور نور احسان سے تبدیل ہو چکی، آسمان پر جنوں اور شیطانوں کی آمدورفت ختم ہو گئی، آسمانوں سے ان کی باتیں سننے کا سلسلہ مسدود ہو گیا، شہاب ثاقب سے وہ دھتکار دیئے گئے، ایرانیوں کی آگ جو ہزار سال سے جل رہی تھی وہ ٹھنڈی ہو گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش اس حال میں ہوئی کہ آپ کا جسم پاکیزہ تھا۔ ختنہ شدہ تھے۔ آپ کی ناف کٹی ہوئی تھی، آنکھوں میں سرمہ تھا، جونہی زمین پر تشریف لائے سر سجدے میں رکھ دیا اپنی انگلی مبارک آسمان کی طرف اٹھائی پھر سر مبارک اٹھایا اور فصیح زبان سے **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ** ارشاد فرمایا۔ اُس وقت بادل کا ایک ٹکڑا نیچے آیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُٹھایا اور غائب کر دیا۔ والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آواز دینے والے کی آواز کو سنا جو کہہ رہا تھا۔ محمد ﷺ کو دنیا کے ارد گرد پھراؤ تاکہ مخلوق آپ کے نام مبارک، صفت مبارک اور شکل مبارک پہچان لے۔ آنکھ کے جھپکے میں وہ ابر غائب ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک لمحہ کے بعد واپس لے آئے۔

لوگوں نے دیکھا کہ ستارے قریب آ گئے ہیں یہاں تک کہ لوگ گمان کرنے لگے کہ زمین پر گر پڑیں گے۔ ان سے حرم کی ساری زمین روشن ہو گئی۔ آپ کے ساتھ ایک نور ظاہر ہوا مشرق و مغرب کی ساری زمین روشن ہو گئی چنانچہ اس کی روشنی میں شام اور روم کے محلات دکھائی دینے لگے نوشیروان شہنشاہ ایران کے مدائن میں محل کے اندر شگاف پڑ گیا اُس کے کنگروں میں سے چودہ کنگرے گر گئے۔ حضرت

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کو اپنے قبیلہ میں لے گئیں۔ان ایام میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بنی سعد کے تمام قبیلہ کو بہت سی برکات شامل حال ہوگئیں۔خشک سالی فراخی میں تبدیل ہوگئی۔قبیلے کے ہر چھوٹے بڑے شخص نے جان لیا کہ یہ حال اس عزیز مہمان کی برکت سے ہوا۔دوران رضاعت عدل کی رعایت کرتے ہوئے صرف دائیں پستان سے دودھ نوش کرتے اور بایاں پستان اپنے بھائی کیلئے چھوڑ دیتے۔بچپن کے ایام میں اپنے کپڑوں میں پیشاب پاخانہ نہ فرماتے بلکہ رات دن میں ایک دفعہ معین وقت پر پیشاب فرماتے ہمیشہ ستر ڈھانپے ہوئے رکھتے۔اگر کبھی ظاہر ہوجاتا تو گریہ فرمانے لگتے۔یہاں تک کہ لوگ ڈھانپ دیتے اگر ڈھانپنے میں تاخیر واقع ہوتی تو غیب سے ڈھانپنے کا اہتمام ہوجاتا۔ملائکہ آپ کا جھولا جھلاتے۔چاند آپ سے گفتگو کرتا آپ جدھر اشارہ فرماتے چاند ادھر کو جھک جاتا آپ ہر روز اتنا بڑھتے جتنے دوسرے لوگ ایک مہینے میں بڑھتے ہیں چنانچہ جب آپ دو ماہ کے ہوئے تو بچوں کے ساتھ منہ سے آواز نکالتے چلتے جب تین ماہ کے ہوئے کھڑے ہونے لگے۔چار ماہ کے ہوئے دیوار پر ہاتھ رکھ کر چلا کرتے جب پانچ ماہ کے ہوئے چلنے لگے۔جب بات کرنے کی عمر تک پہنچے تو باآواز بلند اللہ اکبر الحمد للہ رب للعلمین کہنے لگے۔نو مہینے کی عمر میں باآواز فصیح گفتگو کا آغاز فرمادیا۔

آپ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھے کہ فرشتوں نے آپ ﷺ کا سینہ اقدس اور قلب مبارک چیرا اُس کے درمیان سے سیاہ لوتھڑا نکالا قلب کو سکینہ (اطمینان) سے پر کیا اسے اپنی جگہ پر رکھا اور وہ زخم مندمل ہوگیا۔فرشتوں

نے امت میں سے ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کیا آپ ﷺ کا وزن زیادہ نکلا۔ اگر ساری امت کے ساتھ وزن کرتے تو آپ ﷺ کا وزن زیادہ نکلتا جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے وہ عرض کرتا السلام علیک یارسول اللہ وادی نخلہ میں جنوں کا ایک گروہ آپ پر ایمان لایا کوئی پرندہ آپ کے سر پر نہ اڑتا۔ سر اقدس پر ابر سایہ فگن رہتا۔ آپ کا سایہ مبارک زمین پر نہ پڑتا آپ کے پاکیزہ بدن پر مکھی نہ بیٹھتی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو معراج کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو جنت اور دوزخ کا مشاہدہ عطا فرمایا۔ اور وہاں تک آپ کو لے گیا کہ کسی آدمی کی وہاں تک رسائی نہیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا سر کی آنکھوں سے دیدار فرمایا اور اُس رات آپ کو کلام اور دیدار دونوں نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ علوم اولین و آخرین مرحمت فرمائے۔ آپ کی قوت بینائی اس مرتبہ کی تھی کہ روشنی، تاریکی، سامنے، پیٹھ پیچھے، حاضر اور غائب کو یکساں دیکھا کرتے تھے۔ ستاروں کی جملہ جمگھٹے پروین میں آپ نے گیارہ ستارے گنے۔ آپ کی قوت سامعہ اس حد کی تھی کہ بیداری نیند قریب و دور سب حالتوں میں سنا کرتے نیند آپ کے حق میں وضو توڑنے والی نہیں تھی۔ تنام عینای ولا نیام قلبی (میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل نہیں سوتا) اس دعوی پر نص قاطع ہے۔ آپ کے ہاتھ مبارک سے ہزار ہا معجزے صادر ہوئے۔ مثلاً انگشت ھائے مبارکہ سے پانی نکلا، آپ کی بابرکت ہتھیلی میں کنکریوں نے تسبیح کہی، چاند کو انگشت مبارک سے دو ٹکڑے فرمایا، خاک کی ایک مٹھی سے کافروں کو اندھا فرما دیا۔ دودھ نہ دینے والی بکری سے آپ نے دودھ دوہا، حضرت قتادہ ابن ملحان رضی اللہ عنہ

کے چہرہ مبارک پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا تو وہ اتنا صاف ہوگیا کہ ہر چیز کا اُس میں عکس دکھائی دینے لگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے پسینے کو مشک کستوری اور عنبر سے زیادہ خوشبودار پایا۔ آپ جس گلی سے گزر جاتے وہ آپ کے طفیل معطر ہو جاتی، لوگ پہچان لیتے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جو خوشبو کا منبع ہیں، اس گلی سے گزرے ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

قلق الملیحة وھی مسک ھتکھا

ومسیرھا فی اللیل وھی ذکآء

ترجمہ: خوبصورت محبوبہ کستوری اور سورج کی مانند ہے (دن میں) اس کی حرکت اور رات کو اس کا چلنا اس کے راز کو فاش کرتے ہیں۔

امن از دیارک فی الدجیٰ الرقباء

اذحیث کنت من الظلام ضیاء

ترجمہ: اے محبوبہ! میرے رقیبوں کو اطمینان ہے کہ تاریک رات میں تجھ سے نہ مل سکوں گا کیوں کہ تاریکیوں میں جہاں بھی تو ہوگی تیرے حسن وجمال کے باعث روشنی ہوگی۔

لم تلق ھٰذا الوجہ شمس نھارنا

الا بوجہ لیس فیہ حیاء

ترجمہ: ہمارے دن کا سورج اس چہرے کے سامنے صرف ایسے چہرے کے ساتھ آیا جس میں شرم نہیں۔

جس یتیم کے سر پر آپ دست شفقت پھیر دیتے وہ یتیم در یتیم بن جاتا، عورتیں آپ کے پسینہ مبارک کو شیشی میں محفوظ رکھتیں اور دلہنوں کو وہ بطور عطر لگاتیں ان دلہنوں سے اس قسم کی خوشبو ظاہر ہوتی کہ عطر کی تمام اقسام کیلئے وہ باعث رشک ہوتا اور یہ خوشبو نسلاً بعد نسل سرایت کرتی ہے۔ جو شخص آپ سے مصافحہ کرتا سارا دن اُس کے ہاتھ سے خوشبو آیا کرتی۔

عطر اللهم قبره الكريم بعرف شذى من صلوٰة وتسليم۔

اللہ تعالیٰ صلوٰۃ وسلام کی کستوری کے جھونکوں سے آپ کے باعظمت مزار شریف کو معطر فرمائے رکھے۔

دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر مبارک چکور کے انڈے یا دلہن کے تکمہ کی مانند تھی معارج النبوہ میں مرقوم ہے کہ اُس میں تین سطریں تھیں پہلی سطر میں العظمة لله (بڑائی اللہ کیلئے) دوسری سطر میں لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول الله (کوئی معبود نہیں اللہ کے سوا اور محمد رسول اللہ ہیں) اور درمیان میں یہ لکھا ہوا تھا توجه حيث شئت فانک منصور ۔(اے محبوب آپ جہاں چاہیں رخ انور توجہ فرمائیں آپ فتح مند ہیں) آپ کے فضلات مبارکہ زمین پر ظاہر نہ ہوئے بلکہ زمین انہیں نگل جاتی اور وہاں سے خوشبو مہکنے لگتی بعض صحابہ کرام نے آپ کا خون مبارک پیا ہے حضرت ام ایمن برکت نے آپ کا بول مبارک پیا۔ آپ کو چالیس مردوں کی قوت عطا ہوئی۔ آپ کا رعب وہیبت اس قدر تھا کہ ناواقف دیکھ کر لرزہ براندام ہو جاتا۔

كما روى عن قيلة انها لما رأته ارعدت من العرق فقال يامسكينة عليك السكينة۔

ترجمہ: حضرت قبلہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب آپ نے سرکار دوعالم کو دیکھا پسینہ سے کانپنے لگیں تو آپ نے فرمایا اے مسکین اطمینان رکھو۔

وفی حدیث ابن مسعود رضی الله عنه ان رجلاً قام بین یدیه فارعد فقال النبی علیه الصلوٰة والسلام هون علیک فانی لست بملک الحدیث۔

ترجمہ: ایک آدمی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آیا کانپنے لگا آپ نے فرمایا اطمینان رکھو میں بادشاہ نہیں ہوں۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی احتلام نہ ہوا شیطان کو طاقت نہیں کہ آپ کی سی صورت بنا کر کسی کو خواب میں دکھائی دے۔ حضرت عزرائیل ملک الموت علیہ السلام آپ کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے اندر حاضر ہوئے۔

سبحان الله وبحمده

اس ذات مقدس سے جس میں مذکورہ تمام صفات جمع ہوں مزید برآں اُس میں وہ صفات بھی موجود ہوں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں کوئی آدمی برابری کا خیال کرے تو یہی کہا جا سکتا ہے۔

دماغ بیہدہ وخیال باطل بست

ترجمہ: اُس نے بے ہودہ خیال پکائے اور باطل وہم باندھا۔

اُس کی مثال اُس مکھی کی مانند ہے جو گدھے کے پیشاب میں تیرنے والے تنکے پر بیٹھی اور یہ خیال کیا کہ دریا میں کشتی کے اوپر بیٹھی ہوئی ہوں اور سیر کر رہی

ہوں ۔نعوذ باللہ منہا۔

ربنا لا تزع قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمة انک انت الوھاب بحرمة افضل الموجودات واشرف المخلوقات رسولنا محمد المخصوص بالخصائص العظمی والشفاعة الکبری وآلہ الطیبین واصحابہ الطاھرین آمین.

یارب العالمین